رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

ہفتہ وار

قادیان
دور جدید

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد ۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ۲؎
امراء و روٴساء سے صہ
معاونین سے للعہ
عوام سے صہ
ممالک غیر سے ۱۲؎
مدینۃ المسیح

قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ
۲؍

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۳۹ | ۵ رمضان ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۳۶ء بروز ہفتہ | نمبر ۲۶ و ۲۷

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سفر سندھ سے قادیان میں تشریف آوری

۱۲ نومبر ۱۹۳۶ء کو احمد آباد سٹیٹ سندھ میں احباب نے حضور کے لئے اونٹ کی سواری کا انتظام کیا حضور نے قریباً دو میل سواری کی۔ اور اسے پسند فرمایا

۱۳ نومبر کو حضور بعد ادائیگی نماز جمعہ احمد آباد سے بذریعہ موٹر نبی سر سٹیشن پر تشریف لائے۔ اور گاڑی پر سوار ہوئے۔ حضور کے میر پور خاص پہنچنے پر تین اشخاص نے بیعت کی۔ سوا دس بجے کے قریب حضور حیدر آباد سندھ پہنچے۔ احمدی احباب دور دور سے حضور کی ملاقات کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ پلیٹ فارم پر ہی مغرب اور عشاء کی نمازیں حضور نے پڑھائیں۔ اور حلقہ احباب میں تشریف فرما رہے۔ اس وقت دو اصحاب نے بیعت کی۔ شجاع آباد میں ملک حبیب الرحمن صاحب اے۔ ڈی آئی۔ برادر خورد ملک فضل الرحمن صاحب حکیم مبلغ مغربی افریقہ نے حضور کی خدمت میں کھانا پیش کیا جس کی منظوری انہوں نے پہلے حاصل کر لی تھی۔ ملتان چھاؤنی پر بھی بہت سے احباب جماعت بغرض ملاقات حاضر تھے جنہیں حضور نے مصافحہ کا شرف بخشا۔ اور حالات دریافت فرماتے رہے۔ خانیوال بھی جماعت کے بہت سے دوست اردگرد دیہات سے حضور کی ملاقات کے لئے موجود تھے۔ حضور نے معہ جملہ احباب جماعت پلیٹ فارم پر نماز ظہر و عصر ادا فرمائی۔ جب گاڑی دادفتیانہ اور ہڑپہ کے درمیان پہنچی۔ تو اچانک نعرہ ہائے اللہ اکبر نے مسافروں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ غالباً چک ۶ ۔ ۱۱ ۔ ایل کی جماعت کے بچے بوڑھے جوان سب قطار باندھے کھڑے ہیں۔ کیونکہ کسی بالکل قریب کے سٹیشن پر سب حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ایک لمبے سفید کپڑے پر اھلاً وسھلاً ومرحبا لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد گاڑی منٹگمری پہنچی۔ جہاں مکرم شیخ عبد الغنی صاحب نائب تحصیلدار خانیوال برادر شیخ یوسف علی صاحب نے چائے پیش کی۔ ۳ بجکر گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ۸ بجے کے قریب لاہور پہونچی۔ احباب جماعت کثیر تعداد میں حضور کی ملاقات کے لئے حاضر تھے۔ حضور نے سب کو شرف مصافحہ بخشا۔ اور اسی وقت بذریعہ موٹر روانہ ہو گئے۔ اور رات کے بارہ بجے قادیان تشریف لائے۔

خاکسار عبد الرحمن انور۔

دارالامان کا ہفتہ

قادیان ۱۵ نومبر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کل بارہ بجے رات سفر سندھ سے واپس تشریف لائے۔ اس وقت احمدیہ چوک میں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مقامی امیر۔ آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب ناظر صاحبان صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ اور بعض اور دوست موجود تھے۔ جنہیں حضور نے ازراہ نوازش شرف مصافحہ بخشا۔ بٹالہ سے آنے والی سڑک پر دور تک نیشنل لیگ کور کے والنٹیئرز کا پہرہ کا انتظام قابل تعریف تھا۔ حضور کی صحت کے متعلق آج نو بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ الحمد للہ صحت اچھی ہے۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی و دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بخیر و عافیت ہیں۔

کتبہ محمد یعقوب صب ۱۶/۱۰

صاحبزادگان مرزا مظفر احمد صاحب و مرزا سعید احمد صاحب کی لنڈن سے مراجعت

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بی اے - ابن حضرت بشیر احمد صاحب ایم اے - ناظر تعلیم و تربیت جو ۳۰ اگست ۱۹۳۳ء کو اور صاحبزادہ مرزا سعید احمد صاحب بی اے - ابن جناب مرزا عزیز احمد صاحب ای - اے - سی - جو ۶ ستمبر ۱۹۳۳ء کو ترقی تعلیم کی غرض سے لنڈن تشریف لے گئے تھے - ۱۴ نومبر ۱۲ بجے کی ٹرین سے مع الخیر وارد دارالامان ہوئے سٹیشن پر بزرگان سلسلہ کے علاوہ مقامی جماعت کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے ان عزیزوں کے استقبال کے لئے موجود تھی - آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب ریلوے اینڈ کامرس ممبر گورنمنٹ آف انڈیا بھی جو اسی روز صبح تشریف لائے تھے پلیٹ فارم پر موجود تھے - گاڑی کے پہنچنے پر صاحبزادگان نے تمام اصحاب سے مصافحہ کیا - اور پھر موٹر میں بیٹھ کر شہر تشریف لے آئے - اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر دو صاحبزادگان کی صحت اچھی ہے ؛

نیشنل لیگ قادیان کا غیر معمولی جلسہ

مقامی پولیس کے رویہ کے خلاف صدائے احتجاج

قادیان ۱۵ نومبر آج بعد نماز عشاء مسجد اقصیٰ میں مقامی نیشنل لیگ کا اجلاس زیر صدارت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی صدر نیشنل لیگ منعقد ہوا - جس میں اول صاحب صدر نے - اور پھر مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری نے مقامی پولیس کے اس شرمناک رویہ پر روشنی ڈالی جو اس نے مولوی عطاء اللہ کی آمد پر اختیار کیا - اور احرار کی نہایت اشتعال انگیز حرکات کو نہ روکا - آخر میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں ضلع کے حکام بالا کو مقامی پولیس کے رویہ میں اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی یہ قرارداد اتفاق رائے سے پاس ہوئی - اور جلسہ سوا نو بجے دعا پر ختم ہوا ؛ (الفضل)

پیامِ حیات

ہوئے انوار نازل آسماں سے
چڑھا سورج زمینِ قادیاں سے

فروغِ حسن کی شرقی تجلّی
ہویدا ہو گئی ہندوستاں سے

خدا کے عہد پورے ہو گئے ہیں
ظہورِ مہدیٔ آخر زماں سے

ملی عزّت مسیحا کو وہیں سے
ملی تھی اس کے آقا کو جہاں سے

کرامت گرچہ بے نام و نشاں تھی
مگر ظاہر ہوئی دارالاماں سے

ہزاروں سونے والے جاگ اٹھے
طلوعِ آفتابِ ضَوفشاں سے

ثریا سے اتارا جس نے ایماں
بلندی اس کی پوچھو کہکشاں سے

اہانت کی سزا لیکھو سے پوچھو
رعونت کی امان اللہ خاں سے

عزیزو! یوں گرو احمدؐ کے در پر
کہ پھر اٹھو نہ سنگِ آستاں سے

خدا کے مائدہ سے منہ نہ موڑو
اٹھاؤ فائدہ ہر اک نشاں سے

یہ برکت ہے محمد مصطفیٰؐ کی
اسے حاصل کرو صاحبقراں سے

ہوائیں لا رہی ہیں نکہتِ گل
گلستانِ مسیحائے زماں سے

پھلو پھولو بہارِ جاوداں میں
پناہ میں آئیو بادِ خزاں سے

گلوں سے دامن امید بھر لو!
نہ خالی ہاتھ جاؤ بوستاں سے

اسکمر بی اے قادیان

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کے مضامین

امسال سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسوں کے لئے حسب ذیل تین مضامین مقرر کئے گئے ہیں۔

۱- جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں کے ساتھ سلوک - اور اس بارہ میں آپ کا مقدس اسوہ حسنہ۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں -

۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زمانہ مستقبل کے متعلق عظیم الشان پیشگوئیاں۔

احباب کرام کو چاہئے کہ ان مضامین پر لیکچر دینے کے لئے تیاری کریں - اور اہل قلم اصحاب انہی مضامین پر مضامین لکھ کر بہت جلد الفضل میں بھجوا دیں - تاکہ خاتم النبیین نمبر میں شائع کئے جائیں (ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

ایک بے بنیاد افواہ کی تردید

وہ لوگ جو آئندہ انتخابات کو جنگ و جدل کا موجب بنانا چاہتے ہیں - اور جن کے مدنظر یہ بات نہیں - کہ ان کے حلقہ سے کوئی قابل ترین نمائندہ منتخب ہو - بلکہ ان کے پیش نظر ذاتی مفاد ہیں - یا کسی سے کسی قسم کا بغض و حسد رکھتے ہیں - انہوں نے ابھی سے ایسا طریق عمل اختیار کر لیا ہے - جسے کسی صورت میں بھی شریفانہ اور پسندیدہ نہیں قرار دیا جا سکتا - چنانچہ ناظم صاحب انتخابات اسمبلی قادیان کی اطلاع مظہر ہے کہ بعض اخبارات نے محض شرارت کی بنا پر غلط افواہ اور بے بنیاد خبر شائع کی ہے - کہ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے جو آئندہ پنجاب اسمبلی کے انتخاب کے لئے حلقہ دیہاتی تحصیل بٹالہ سے بطور امیدوار کھڑے ہو رہے ہیں - کسی اور امیدوار کے حق میں دستبردار ہو گئے ہیں - یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد ہے - اور اس میں سر مو صداقت نہیں ہے - چوہدری صاحب موصوف بدستور اس حلقہ سے بطور امیدوار کھڑے ہیں - اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے لئے کامیابی کی کافی امید ہے "

"حلقہ بٹالہ کے وہ اصحاب جو اپنے حقوق اور مفادات کی حفاظت کے لئے اپنا نمائندہ اسمبلی میں بھیجنا چاہتے ہیں - انہیں چاہئے کہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب کی دستبرداری کا خیال تک بھی دل میں نہ لائیں "

سیرت المہدی کا ایک ورق

ذکر حبیب کے متعلق حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی دلچسپ تقریر

میں مکرمی مولوی غلام احمد صاحب ارشد سیکرٹری ذکر حبیب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ذکر حبیب کی مجلس کے قیمتی ذکر کو لکھ کر الحکم کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی احباب کی ایسی تقریریں نوٹ کر کے بھیج دیا کریں گے ؛ (محمود احمد عرفانی)

آج بتاریخ ۹ سوموار اور منگل کی درمیانی شام کو مہمان خانہ میں مغرب کی نماز کے بعد حسب دستور سابق [illegible] کا انتظام کیا گیا۔ جس میں مقامی احباب نے بکثرت سے شمولیت اختیار فرمائی۔ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے صدارت کے فرائض کو سرانجام دیتے ہوئے فرمایا کہ جیسا یہاں مہمان خانہ میں مہمانوں کی خاطر نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید اور حدیث شریف اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس ہوا کرے۔ ایسا ہی یہ بھی میں نے انتظام کیا ہے کہ ہر روز یہاں مختلف مسائل پر تقریریں ہوا کریں۔ اور ہر پیر کے روز ذکر حبیب پر ان احباب کی تقریریں کرائی جائیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ اس مبارک تقریب کو شروع کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب کو تکلیف دی ہے۔ کہ وہ ہمیں حضورؑ کے چشم دید واقعات سے مستفیض فرماویں۔ تاکہ ہم ان سے فائدہ حاصل کریں۔ اور باوجود مفتی صاحب نے اپنی علالت طبع کے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم ان کی زبان مبارک سے حضورؑ کے واقعات سنیں۔

مفتی صاحب کی تقریر

فرمایا کہ میں سب سے پہلے احباب سے معافی چاہتا ہوں۔

جیسا کہ میر صاحب نے فرمایا ہے میری طبیعت علیل ہے۔ اور میں کھڑے ہو کر تقریر نہیں کر سکتا۔ اس لئے بیٹھ کر تقریر کرونگا حضرت میر صاحب نے یہ جو تجویز فرمائی ہے یہ مہمانوں کے لئے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتوں کا سننا ایمان کی تازگی کا موجب ہے

(۱) حضورؑ کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہی تھی

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں رہ کر اور ان کے پاکیزہ حالات معلوم کر کے جو کچھ سبق ہم کو حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضورؑ اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے تھے۔ دوسرے امور کی طرف حضور کا دل نہیں لگتا تھا۔

مثلاً ایک دفعہ ایک شخص بھیرہ سے قادیان آیا۔ حضور سے ملا۔ آپؑ نے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ اور کتنے روز یہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ تو انہوں نے بتایا کہ میں بھیرے سے آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا بھیرہ یہاں سے کتنا دور ہے تو انہوں نے فاصلہ بتایا۔ پھر اسی طرح ایک اور شخص بھیرہ سے آیا۔ تو اس سے بھی حضرت نے یہی سوال کیا ہے کہ بھیرہ یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔ آپؑ کو پہلے شخص کی بتائی ہوئی بات بھول گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہر وقت رہتی تھی۔ اور دنیا کی باتوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی تھی۔

۲۔ کتاب نور الدین کی تصنیف

حضور کی زندگی میں ایک مسلمان عبد الغفور نام آریہ ہو گیا۔ اور اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ترک اسلام۔ مسلمانوں نے اس کا جواب لکھا۔ قادیان میں حضور کے پاس عبد الغفور کی کتاب ترک اسلام کا ذکر ہوا۔ تو حضرت صاحب نے سن کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کا جواب لکھیں۔ مولوی صاحب نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔ اور حضرت صاحب کا یہ معمول تھا کہ جو کچھ حضرت مولوی صاحب ہر روز لکھتے وہ سنا کرتے تھے۔ ایک ماہ تک حضور سنتے رہے۔ اور پھر اس کے چھاپنے کا بھی حکم دیا۔ کہ اس کو چھاپ کر شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ کتاب پریس میں دی گئی۔ اور حضورؑ نے خود اس کا نام نور الدین رکھا۔ ایک سال کے بعد کسی اخبار میں عبد الغفور کے متعلق کچھ شائع ہوا مجھے یاد نہیں کہ کیا بات تھی۔ بہر حال میں نے حضرت صاحب کے پاس اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا عبد الغفور کون ہے؟ میں نے کہا حضور وہی عبد الغفور جو پہلے مسلمان تھا۔ اور پھر آریہ ہو کر دھرم پال بن گیا ہے اس نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا ترک اسلام تھا۔ تو حضرت صاحب نے فرمایا پھر اس کتاب کا کسی نے جواب بھی لکھا۔ تو میں نے عرض کی کہ حضور نے خود حضرت مولوی صاحب کو اس کا جواب لکھنے کے متعلق فرمایا تھا۔ اور وہ لکھا گیا۔ اور اس کا نام حضور نے خود نور الدین رکھا۔ اور وہ کتاب شائع ہو گئی۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو خدا کی طرف توجہ تھی۔ حضرت صاحب کتاب تصنیف کرتے تھے تو محض اس لئے کہ دنیا دار الاسباب ہے۔ ورنہ اصل میں حضور کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف تھی۔ اور خدا پر توکل اور بھروسہ ہوتا تھا۔ کبھی بھی اسباب پر بھروسہ نہیں کیا۔ اور اپنے خدام کو بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اسباب پر بھروسہ نہ کرو۔

۳۔ حضورؑ کی سادگی

حضرت صاحب دوستوں میں اس طرح بیٹھتے تھے۔ کہ باہر سے آنے والا یہ نہ معلوم کر سکتا تھا۔ کہ مرزا صاحب ان میں کون ہیں۔ نہایت سادگی کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی عبدالکریمؓ صاحب مرحوم مسجد مبارک کے محراب میں بیٹھے تھے۔ اور حضورؑ ان کے ایک طرف تھے۔ ایک شخص باہر سے آیا اور دوڑ کر مولوی صاحب سے مصافحہ کر لیا۔ مولوی صاحب کی طبیعت بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ آپ نے کیا سمجھ کر مجھ سے مصافحہ کیا ہے۔ حضرت صاحب میں نہیں بلکہ حضرت صاحب وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاءؑ کس طرح اپنے دوستوں میں سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

۴۔ اپنے دوستوں کی خدمت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دوستوں کی بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں حضور کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ میں نے مسجد مبارک میں حضورؑ سے ملاقات کی۔ باتیں کرتے رہے فرمانے لگے مفتی صاحب آپ کو بھوک لگی ہوگی میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں۔ میں نے سمجھا اندر سے کسی خادمہ کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے۔ حضورؑ ایک کھڑکی میں سے تشریف لایا کرتے تھے۔ جو کہ مسجد کی طرف کھلتی تھی۔ چند منٹ کے بعد وہ کھڑکی کھلی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور خود مجمع اٹھائے ہوئے ہیں جس میں سالن اور روٹی رکھی ہوئی تھی آئے۔ بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ تو اس پر حضور نے فرمایا مفتی صاحب آپ روتے کیوں ہیں۔ ہم تو اپنے دوستوں کی اس لئے خدمت کرتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی اپنے دوستوں کی خدمت کریں۔ اور ہم تو لوگوں کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہوتے ہیں میں نے کہا دیکھو یہ خدا کا پاک مسیح میرے جیسے نابکار کی خدمت کرتا ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ اصل میں انبیاء دنیا کی خدمت کے لئے آتے ہیں۔ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگ ان کے اسوہ سے سبق حاصل کریں۔

۵۔ آپؑ اخلاق عالیہ کی اعلیٰ مثال تھے

ایک دفعہ میں پھر لاہور سے قادیان آیا۔ اور جب میں جانے لگا۔ تو حضورؑ نے فرمایا کہ مفتی صاحب کے لئے روٹی لاؤ۔ چنانچہ ایک خادم روٹی لائے۔ مگر دسترخوان نہیں تھا۔ تو حضور نے فرمایا دسترخوان مفتی صاحب کے لئے کیوں نہیں لائے۔ جھٹ اپنی پگڑی کا پلہ پھاڑ کر اس میں روٹی باندھ دی۔ یہ شفقت اور فضل تھا اور یہ کامل نمونہ تھا نبوت کا۔ میں اپنے یقین کامل کے ساتھ

حضرت صاحب کو نبی انتا رہا۔

۶۔ مجھے تو حضرت صاحب نبی نظر آتے ہیں

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ ڈنگہ میں ایک لڑکا عیسائی ہوگیا۔ اس کی والدہ کو بہت تکلیف ہوئی۔ اس نے سنا کہ قادیان میں ایک میرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اور وہ عیسائیوں کو خوب جواب دیتے ہیں۔ وہ اپنے لڑکے کو لے کر قادیان آئی۔ حضرت صاحب کے پاس رہتی رہی۔ آخر کار اس لڑکے پر اثر ہوا اور وہ پھر مسلمان ہوگیا۔ اور وہ عورت حضرت صاحب کے گھر میں رہتی تھی۔ جب ہی وہ عورت مجھے ملتی مجھے یہی کہا کرتی تھی۔ کہ مجھے تو حضرت صاحب نبی معلوم ہوتے ہیں۔ میں ان کو یہی کہا کرتا تھا۔ کہ ہاں بے شک حضرت صاحب نبی ہیں۔

۶۔ تازہ بتازہ نشان

ہم حضرت صاحب کے زمانہ میں تازہ بتازہ نشان مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ ایک بات جو حضرت صاحب نے صبح کو بیان فرمائی وہ شام کو پوری ہو جاتی تھی۔ اور ایک الہام شام کو سنایا وہ صبح کو پورا ہو جاتا تھا۔ جس سے ہمارے ایمان میں تازگی پیدا ہوتی تھی۔

۷۔ مہمانوں پر حضور کی شفقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمانوں پر بہت شفقت اور مہربانی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا۔ جس حجرہ میں ہم رہتے تھے اس کے پاس ہی حضرت صاحب کا حجرہ تھا حضور ہماری باتیں سن لیا کرتے تھے۔ باہر سے مہمان کچھ زیادہ آگئے۔ حضرت ام المومنین (اللہ تعالےٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور بہت لمبی عمر عطا فرمائے) بہت گھبرائیں۔ کہ اتنے مہمانوں کا کس طرح انتظام ہوگا۔ اور ان کو کہاں ٹھہرایا جاوے گا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ دیکھو مہمانوں کی بہت خاطر کیا کرو۔ اور ایک قصہ سنایا کہ ایک دفعہ ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا جنگل میں ہی اس کو رات ہوگئی۔ ایک درخت کے نیچے رات بسر کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ نہ کھانے کو تھا نہ تاپنے کے لئے آگ تھی۔ درخت کے نیچے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اس درخت کے اوپر دو پرندے نر اور مادہ رہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں گفتگو کی کہ یہ ہمارا مہمان ہے۔ اور سردی کا موسم ہے اسے آرام پہنچانا چاہئے۔ آخر بہت گفتگو کے بعد یہ فیصلہ ہوا۔ کہ اپنا گھونسلہ پھینک دینا چاہئے تاکہ یہ ان تنکوں کے ساتھ آگ جلالے۔ چنانچہ انہوں نے گھونسلے کو نیچے پھینک دیا۔ اور اس نے آگ جلالی اور تاپنے لگا۔ پھر ان کو خیال آیا کہ یہ بھوکا ہوگا۔ اس کے لئے کھانا مہیا کرنا چاہئے۔ گفتگو کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اپنے آپ کو اس آگ میں پھینک دینا چاہئے۔ تاکہ یہ ہم کو بھون کر اپنی بھوک بجھائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو فرمانے لگے کہ دیکھو ان پرندوں نے اپنا سامان بھی دے دیا اور اپنی جانیں بھی قربان کر دیا تاکہ اپنے مہمان کو آرام پہنچاویں۔ اسی طرح ہم کو بھی اپنے مہمان کی خاطر کرنی چاہئے۔ ہر ایک مہمان جو قادیان آتا ہے اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ قادیان آنا بھی ایک نشان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یاتیک من کل فج عمیق ویاتون من کل فج عمیق

۸۔ امریکہ کے پھول

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا امریکہ میں ایک عورت رہتی تھی جس کا نام مس   تھا۔ وہ حضرت کی طرف بہت خط و کتابت کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے حضرت کی طرف خط میں کچھ پھول بھیجے تو حضور نے فرمایا یہ پھول بھی ایک نشان ہیں۔

۹۔ سورج کا مغرب سے نکلنا

جب میں سب سے پہلے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا تو اسوقت میں اور سید فضل حسین شاہ صاحب مرحوم مہمان تھے۔ حضور سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ فضل شاہ صاحب نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ مہدی کے زمانہ کی یہ علامت ہوگی کہ سورج بجائے مشرق کے مغرب کو چڑھے گا اس کے کیا معنی ہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ سیارے اپنے محور کو نہیں چھوڑتے وہ اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سورج سے مراد اسلام کا سورج ہے جو مغرب سے طلوع کریگا۔ یعنی یورپ کے لوگ جو ہیں وہ اسلام کو قبول کریں گے۔

۱۰۔ یورپ کے مسلمان ہونے کی خواہش

ایک دفعہ حضرت محمد احسن صاحب نے اپنے ایک رشتہ دار کو قادیان حضور کے پاس ایک خوشخبری سنانے کے لئے بھیجا۔ کہ فلاں مناظرہ میں بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ میں ان دنوں میں قادیان میں تھا۔ اور ان کا نام قاضی آل محمد تھا۔ انہوں نے آکر آواز دی۔ تو اسوقت میں حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور نے پوچھا یہ کون ہیں ان سے دریافت کرو اور یہ کیا کہتے ہیں۔ میں نے جاکر دریافت کیا۔ اور ان سے پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں تو حضرت سے خود بات کرونگا تم کو نہیں بتانا چاہتا۔ میں نے جاکر حضرت کو ان کا جواب سنا دیا۔ حضرت صاحب نے دوبارہ سہ بارہ ان کی طرف بھیجا۔ کہ ان سے جاکر کہو کہ جو بات بتانی ہے مجھے بتا دیں۔ میں باہر نہیں آسکتا میرا حرج ہوتا ہے۔ آخر انہوں نے بتایا کہ یہ بات ہے۔ میں نے جاکر حضرت صاحب کو بتا دیا۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں نے سمجھا کہ شاید یہ خبر لائے ہیں کہ **یورپ مسلمان ہوگیا ہے**۔ حضور کو ہر وقت یہی خواہش رہتی تھی کہ لوگ مسلمان ہو جاویں اور یورپ بھی مسلمان ہو جاوے۔

۱۱۔ رؤیا میں طریق تبلیغ بتلانا

میں جب تبلیغ کے لئے ولایت گیا۔ تو میں نے ایک شخص سے زبردستی بیعت لی۔ تو حضرت صاحب مجھے خواب میں ملے۔ اور فرمانے لگے مفتی صاحب آپ لوگوں سے زبردستی بیعت لیتے ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح پھر ایک دفعہ مجھے رؤیا میں ملے اور پھر فرمایا کہ مفتی صاحب آپ احمدیوں میں نہ ٹھہریں بلکہ غیر احمدیوں میں ٹھہریں۔ حالانکہ میرا ارادہ احمدیوں میں ٹھہرنے کا تھا۔ اور اس سے مجھے واقعی بہت فائدہ ہوا۔

۱۲۔ ایک عرب حضور کی عربی دانی کا قائل ہوگیا

قادیان میں مسجد کے پاس ایک کوٹھڑی میں ایک عرب صاحب رہا کرتے تھے۔ نہایت ہوشیار آدمی تھے۔ جب انہوں نے حضرت صاحب کی بعض عربی کتابیں پڑھیں تو انہوں نے کہا کہ یہ خود نہیں لکھیں بلکہ کسی سے لکھوائیں ہیں۔ ایک دفعہ یہ حضرت صاحب کا امتحان کرنے کے لئے یہ قلم دوات لایا کہ یہاں آپ عربی لکھدیں مگر اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہم تو اس طرح عربی نہیں لکھا کرتے ہم سے تو جب خدا لکھاتا ہے تو ہم لکھتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح لکھیں تو ممکن ہے کہ ہاتھ شل ہو جائیں۔

ایک دفعہ انہوں نے ایک سوال لکھ کر پیش کیا۔ حضور نے اس کو پڑھ کر عربی ہی میں فوراً جواب لکھ دیا۔ اسی طرح سے کئی روز وہ عرب صاحب حضور کی خدمت میں سوال لکھ کر پیش کرتے رہے اور حضور اس کا عربی میں ہی جواب لکھتے رہے۔ آخر اس کو یقین ہوگیا کہ واقعی یہ عربی خوب لکھ سکتے ہیں۔

۱۳۔ حضور کے الہامات خدا کی طرف سے تھے

جو قوت اور طاقت حضور کو بولنے یا لکھنے کی تھی اس پر حضور کو بھروسہ نہیں تھا۔ بلکہ خدا کی طرف توجہ تھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے لاہور میں کہا کہ آپ یہ لکھ دیں کہ واقعی جو کچھ مجھے الہامات ہوتے ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں ایک ہفتہ کے بعد لکھ دونگا وہ شخص ہفتہ کے بعد پھر حاضر ہوا۔ اور وعدہ یاد دلایا۔ تو حضور نے فرمایا اچھا قلم کاغذ دوات لاؤ میں لکھ دیتا ہوں۔ تو حضور نے لکھ دیا۔ کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے جو دعویٰ کیا ہے۔ اور جو دلائل اور الہامات میں نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ وہ واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

۱۴۔ مہمان سے حسن سلوک

مہمان خانہ کے متعلق مجھے ایک بات یاد آگئی۔ کہ ایک حافظ حامد علی صاحب تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آئے۔ حضرت صاحب نے حکم دیا کہ ان کو لحاف دے دیا جائے۔ تو حافظ صاحب نے کہا۔ نہیں حضور یہ لحاف لے کر بھاگ جائے گا۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں دے دو۔ اگر یہ لے گیا تو اس کا وبال اس پر ہے ہم پر تو نہیں۔

۱۵۔ سوال کو رد نہ کرتے تھے

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک نہایت خوبصورت حمایل تھی۔ ایک مہمان آئے۔ انہوں نے وہ حمایل مجھ سے مانگی میں نے ان کو دے دی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

اما السائل فلا تنھر۔

۱۶۔ حضور نے مفتی صاحب سے انگریزی انجیل سنی

ایک دفعہ کا ذکر ہے میں لاہور سے قادیان روانہ ہوا تین دن کی رخصت تھی۔ رات کو گاڑی بٹالہ پہنچی۔ میں نے کہا کہ اگر رات کو یہاں رہا۔ تو یہ رات یہاں ضائع ہو جائے گی۔ چلو پیدل چلتے ہیں۔ چنانچہ میں چل پڑا۔ راستے میں دعا کی کہ الٰہی تو قادر مطلق ہے اور وقت و زمانہ کا بھی تو خالق و مالک ہے۔ اس لئے تو ان تین دنوں کو تین مہینوں کے برابر کر دے۔ تاکہ میں حضرت صاحب کی صحبت میں تین ماہ کا فائدہ حاصل کر لوں۔ چنانچہ جب میں رات ہی کو قادیان پہنچا تو حضور نے مجھے دیکھ کر فرمایا مفتی صاحب آپ اس وقت کس طرح

شرح درثمین فارسی

ہمارے محترم دوست قریشی محمد صادق صاحب بی اے شبنم (سرحدی) نے ایک نہایت لطیف اور مفید کام شروع کیا ہے اور وہ درثمین فارسی کی شرح لکھنے کا کام ہے۔ سلسلہ میں ہزارہا ایسے لوگ ہیں جو حضور کے فارسی کلام فارسی نہ جاننے کیوجہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ شبنم صاحب کی یہ سعی ان تمام احباب کو حضور کے فارسی کلام سے مستفید ہونے کا موقع دے سکے گی امید ہے کہ احباب اس کلام اور اسکی شرح کو پڑھکر شبنم صاحب کیلئے دعا کرینگے کہ خدا تعالےٰ انکو اس کام کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے۔

(ایڈیٹر)

ہر دم از کاخ عالم آوازیست
کہ یکیش بانی و بنا سازیست

شعر کے دو معنے کئے جا سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کائنات کے محل سے ہر وقت یہ آواز آتی ہے کہ اس کا موجد اور اسکی بنیاد ڈالنے والا صرف ایک ہے یعنی اس محل کی تعمیر اس احسن طریق سے ہوئی ہے کہ اس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اگر اس کا بانی ایک نہ ہوتا۔ زیادہ ہوتے تو ضرور اس تعمیر کی ترتیب اور تکمیل میں اختلافات ہوتے۔ اور اس میں جو قانون رائج ہے وہ کسی وقت معرض خطر میں ہوتا اور اسطرح اٹل اور غیر متبدل نہ ہوتا جس طرح کہ اب ہے۔

شعر کے اس طرح معنے کرنے سے خدا کی واحدانیت ثابت ہوتی ہے اور مجازی مثال دیکر اس تفہیم کو بہت آسان کر دیا گیا ہے یعنی اپنے گردوپیش کے مشاہدات میں ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً اگر ایک عمارت کے بنانے میں ایک معمار نے کام کیا ہو تو حالت تعمیر اول سے آخر تک ایک جیسی ہوتی ہے لیکن اگر معمار ایک سے زائد ہوں تو اس عمارت کو جو بھی دیکھیگا مختلف مقامات پر مختلف قسم کا کام نظر آئے گا۔ اسی طرح کائنات کی تشکیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خالق اور معمار بھی ایک ہی ہے۔

دوئم اس شعر کے یہ معنے بھی کئے جا سکتے ہیں کہ موجودات کے محل سے ہر وقت یہ آواز آتی ہے کہ اس کا بنانے والا بھی کوئی ہے۔ جس طرح مجاز میں ہم کسی عمارت کو دیکھتے ہی کہدیتے ہیں کہ اسکی تعمیر بغیر کسی معمار کے معرض وجود میں نہیں آئی۔ اسکی بنیاد رکھکر اسکو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا ضرور کوئی ہے۔ اسی طرح ہم جب کائنات کے وجود کو دیکھتے ہیں تو خود بخود سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہے۔ شعر کے اس طرح معنے کرنے سے ہستی باریتعالےٰ ثابت ہوتی ہے۔ اور نیچریوں کے مقابلہ میں ایک ناقابل تردید ثبوت مل جاتا ہے۔

نہ کس اورا شریک و انبازیست
نے بکارش دخیل و ہمرازیست

یہ شعر پہلے شعر کی تشریح کر دیتا ہے۔ یعنی نہ تو کوئی اس محل کے بانی اور بناساز کا شریک کار اور ساجھی ہے۔ اور نہ کوئی اسکے کام میں دخل دینے والا اور ہمراز ہے۔ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا تو کائنات کے کسی حصہ پر اسکی حکومت ہوتی۔ اور ان دونو کی طرز حکومت میں کسی وقت تو کوئی فرق نظر آتا۔ مگر ابتدائے آفرینش سے آج تک اس قسم کا فرق ثابت نہیں ہوا۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ حاکم ایک ہی ہے۔ شریک تو کجا اس کا کوئی ہمراز بھی نہیں اگر اس کا کوئی ہمراز ہوتا۔ تو ممکن تھا کہ اپنے ارادوں یا اپنے مفاد کی خاطر اسکے کاموں اور قانون میں دخل دیکر کسی وقت اس میں تبدیلی پیدا کر دیتا۔ چونکہ ایسی تبدیلی کسی وقت بھی ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ اس کا ہمراز کوئی بھی نہیں ہمراز ہونے کی صورت میں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اسکی حکومت کے مقابل کوئی اور حکومت انہی اصولوں پر کھڑی کر دیجاتی۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوا لہذا اس کا کوئی ہمراز نہیں۔ ع خدا کی باتیں خدا ہی جانے

حضور کا ایک اردو کا شعر ہے

جس نے پیدا کیا وہی جانے دوسرا کیونکر اسکو پہچانے!

این جہاں را عمارت اندازیست
واز جہاں برتر است و ممتازیست

وہ اس جہان کی عمارت رکھنے والا ہے اور اس جہان سے برتر اور ممتاز ہے۔ خالق و مخلوق میں امتیاز یہ ہوتا ہے کہ خالق کو کسی مخلوق سے تشبیہہ نہیں دیجا سکتی اور یہی خالق کی برتری کی دلیل ہے خالق ازلی ابدی ہے مخلوق کی ابتدا بھی ہے انتہا بھی۔ خالق لازوال ہے۔ مخلوق کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ اور انجام فنا ہے۔ وغیرہ۔

عالم مجاز میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ صانع اور مصنوع میں امتیاز ہوتا ہے۔ صانع کی بہترین صنعت اسکی ہمسری نہیں کر سکتی۔ صانع میں اپنے مصنوع کو تباہ کرنے اور مٹانے کی قابلیت ویسی ہی ہے جیسی کہ اسکی ایجاد اور مکمل کرنے کے وقت تھی۔ لیکن مصنوع کو صانع پر کسی قسم کا تصرف حاصل نہیں ہوتا۔ صانع جابر ہوتا ہے۔ اور مصنوع مجبور۔ یہی حال حقیقت میں ہے۔ صانع خدا ہے اور مصنوع جہان۔ خدا کو جہان پر ہر قسم کا تصرف حاصل ہے مگر جہان کو خدا کی ذات پر کسی قسم کا تصرف حاصل نہیں۔

اس شعر میں آریوں کے اس عقیدہ کی تردید مضمر ہے کہ جس طرح خدا ازلی ابدی ہے اسی طرح روح اور مادہ بھی ازلی ابدی ہیں۔ اگر روح و مادہ خدا کی طرح ازلی ابدی ہوتے تو ان کو بھی خدا پر تصرف حاصل ہوتا۔ یا خدا کو کوئی تصرف ان پر نہ ہوتا۔ حالانکہ آریہ روح اور مادہ پر خدا کے تصرف کو تسلیم کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

چوہدری شکر اللہ خاں اور احمدیان ڈسکہ کو مبارک باد

چوہدری شکر اللہ خانصاحب رئیس اعظم ڈسکہ اور انکے ساتھ بعض دیگر احمدی احباب پر پولیس نے ایک مقدمہ زیر دفعات ۳۲۴/۳۲۵ وزیر دفعہ ۱۴۷ چالان رکھے تھے۔ ان سب میں وہ سب خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۲ نومبر کو بری ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس برأت پر ہم صدق دل سے چوہدری شکر اللہ خانصاحب اور ان سب احمدی احباب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ رضؓ

حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میری بیماری اور سفر کے دنوں میں سید عزیز الرحمٰن صاحب فوت ہو گئے۔ الحکم میں ان کے نام سے بہت سی روایات شائع ہوئی ہیں انکی وفات پر منشی حبیب احمد صاحب خوشنویس نے جو اُن کے پڑوسی تھے ان کے کچھ حالات الحکم میں شائع کرائے مگر بہت سی باتیں جو میں نے ان سے اپنا خاص آدمی بھیج کر ان کے حالات کے متعلق دریافت کی تھیں شائع نہ ہو سکیں جو میں آج شائع کرتا ہوں۔

فرمایا۔ میں بیعت کر کے کپورتھلہ چلا گیا اور کچھ عرصہ وہاں رہا۔ اس کے بعد میرا وطن جانے کو دل چاہا۔ تو میں نے حضرت محمد خان صاحب مرحوم و مغفور سے ذکر کیا کہ میں وطن جانا چاہتا ہوں مگر میں مسائل سلسلہ سے ابھی ناواقف ہوں۔ بریلی میں مجھے لوگ گھیر لینگے اس وقت میں ان کو کیا جواب دوں گا۔ خانصاحب فرمانے لگے کہ گھبرانے **کی کوئی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ مومن کو** کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ مجھے انکی اس بات سے تسلی ہوئی۔ اور میں بریلی کو روانہ ہو گیا۔ ڈاک گاڑی سے میں نے سفر کیا۔ اور انٹر کا میں نے ٹکٹ لیا۔ میں ڈیڑھ سال کے بعد گھر جا رہا تھا طبیعت کچھ اچاٹ سی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ اُڑ کر وہاں پہنچ جاؤں اس لئے ڈاک گاڑی بھی مجھے چھکڑا سی معلوم ہونے لگی۔ ریل میں آٹھ دس مولوی تھے۔ اور ایک پادری۔ تقدیر اور تدبیر پر بحث ہوئی۔ مولویوں کو میری گفتگو ناگوار معلوم ہوئی اور مجھے کہا کہ بحث کرنا کفر ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ بحث نہ سُنیں میرا تو کام ہی بحث کرنا ہے اور مجھے اس میں لطف آتا ہے مولوی صاحبان ناراض ہو کر خاموش ہو گئے۔ گاڑی چلتی رہی اور میں اور پادری چیخ چیخ کر بحث کرتے رہے۔ پادری صاحب بحث کا رنگ بدل کر تثلیث پر آ گئے۔ اور کہا کہ تثلیث کے بغیر گزارہ نہیں۔ تثلیث سے قرآن بھرا پڑا ہے تثلیث سب کو ماننی پڑتی ہے۔ دیکھو۔ الٓمٓ۔ الٓرٰ تثلیث ہے۔ وضو بھی تثلیث ہے اور دنیا بھر کی چیزیں جن پر تین کا ہندسہ منطبق ہوگنے لگا۔ یہ بھی تثلیث اور وہ بھی تثلیث۔ تب میں نے کہا کہ پادری صاحب کہ ایک چیز آپ بھول گئے ہیں۔ اعضائے تناسل بھی تین ہیں آپ نے اس کا نام نہیں لیا۔ پادری تو شرمندہ ہو گیا مگر مولوی مجھے اٹھ کر لپٹ گئے اور باری باری معانقہ کرنے لگے۔ اتنے میں رامپور کا اسٹیشن آیا تو ان مولویوں نے بڑا اصرار کیا کہ آپ ہمارے ساتھ اتریں اور ہمارے مہمان ہوں مگر میں سیدھا بریلی چلا گیا۔ بریلی پہنچا تو بحث کیوجہ سے گلا بیٹھ گیا تھا۔ بول نہیں سکتا تھا۔ مگر لوگوں میں عام چرچا ہو گیا کہ عزیز الرحمٰن نے مرزا صاحب کی بیعت کر لی ہے۔

انہی دنوں ایک مولوی عبد الجبار نامی پنجاب سے بریلی آیا اس نے جا بجا وعظ میں میرا ذکر کیا کہ فلاں شخص مرزا صاحب کی بیعت کر کے آیا ہے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے کوئی اسکی بات نہ سُنے۔

چونکہ میری آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ اس لئے میرے عزیزوں نے ڈاکٹر کو بلانا چاہا۔ مگر میں نے انکار کر دیا دوائی لانی چاہی۔ میں نے منع کر دیا۔ میں نے شہد منگوایا اور چاٹنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے لئے شہد مفید نہیں آپ شربت توت استعمال کریں۔ میں نے کہا کہ میں تو شہد ہی چاٹوں گا۔ کیونکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ فیہ شفاءٌ للناس۔ میں شہد چاٹتا رہا۔ اس سے شام تک آواز صاف ہو گئی۔ شہر میں ایک آگ سی لگ گئی لوگ جوق در جوق پچاس پچاس اور سو سو کی ٹولیوں میں آنے لگے۔

ایک مولوی ایک بہت بڑی جماعت لیکر میرے پاس آیا۔ اور آتے ہی ایک تقریر کی کہ جو شخص اس کو اپنے گھر میں رکھے گا وہ بے دین ہو جائے گا اس نے بڑا سخت وعظ کیا جب وہ تقریر کر چکا تو میں نے کہا **مولوی صاحب میں آپ کی طرح ٹکڑے نہیں مانگتا پھرتا**۔ یہ میرا گھر ہے مجھے تو کوئی ایسا بہادر نظر نہیں آتا جو مجھے یہاں سے نکال دے اور میں بھی دیکھونگا کہ آپ کے وعظ کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اور آپ جو یہ دو کپتان لیکر آئے ہیں یہ لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں اس کے بعد وہ سب لوگ چلے گئے۔ صرف دس بارہ آدمی رہ گئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ کیا آپ کے پاس مرزا صاحب کی کوئی تصویر ہے۔ میرے پاس ایک بڑے خوبصورت چوکھٹے میں حضرت صاحب کی ایک تصویر تھی۔ میں نے اُن کو دکھائی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ تو ایک بڑے باشرع اور نورانی آدمی کی تصویر ہے۔ نہ کوئی لباس انگریزی ہے جوتا اور کوٹ بھی انگریزی نہیں۔

وہاں ایک ایسا واقعہ ہوا جس کا دو تین اشخاص پہ ایسا اثر ہوا کہ وہ احمدی ہو گئے۔ ایک تو عبد اللہ صاحب معمار تھے۔ اور دوسرے میر حسین صاحب تھا۔ اور میر مہدی حسین صاحب جو دہلی میں فرنیچر کا کام کرتے ہیں۔ پھر ایک اور صاحب ظفر یار خاں صاحب بعد میں احمدی ہوئے اسطرح خدا تعالیٰ نے مجھے اکیلا نہ رہنے دیا۔ اور ایک جماعت پیدا کر دی۔

صوفی تصور حسین صاحب کا تذکرہ

الغرض گھر گھر احمدیت کا چرچا تھا اس چرچے کی وجہ سے صوفی تصور حسین صاحب مرحوم و مغفور کو بھی توجہ ہوئی۔ ان کو شاعری کا شوق تھا اور اس وجہ سے تمام بڑے بڑے امرائے شہر سے ان کا تعلق تھا۔ عالم بھی تھے۔ حافظ بھی تھے قرآن خوب یاد تھا۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک خط دس بارہ صفحے کا لکھا اور تمام بڑے آدمیوں کو دکھایا کہ میں یہ خط مرزا صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ سب نے اس خط کی بڑی تعریف کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ ملا تو انہوں نے مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دو۔ مولوی صاحب نے ایک خط پر لکھا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ **یا تو ہماری کتابیں پڑھو یا ہمارے پاس آ جاؤ**۔ جب وہ کارڈ بریلی میں پہنچا تو وہ اس کارڈ کو لیکر تمام بریلی میں پھرے۔ ہر شخص کو خط دکھاتے اور کہتے کہ دیکھو یہ مرزا صاحب کی علمی لیاقت ہے۔ میرے خط کے جواب میں یہ کارڈ آیا ہے۔ الغرض خوب مذاق اڑا۔ میں ان سے اسی سبب سے ناراض ہو گیا سلام علیک تک جاتی رہی۔ ایک لمبے عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔ میں نے بغیر سلام علیکم کہنے کے خطبہ الہامیہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے اسے لے لیا اور دیر تک پڑھتے رہے ایک بجے کے قریب جوش سے انہوں نے اللہ اکبر کہا۔ اور حضرت کو بیعت کا خط لکھ دیا اور لکھا کہ میرا دل حضور کے ملنے کو بہت چاہتا ہے۔ مگر میرے پاس کرایہ نہیں۔ حضور نے جواب لکھا کہ **توکل پر چلے آؤ**۔ خط ملنے پر انہوں نے لکڑی کندھے پر رکھی اور چند روٹیاں پکوا کر لے آئے۔ اور مجھے کہا کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ میں حیران ہوا اور ان کو روکا کہ اسطرح نہیں جانا چاہیئے انہوں نے حضرت

کا کارڈ دکھلایا کہ یہ حکم ہے۔ میں نے کہا کہ اچھی بات ہے اگر توکل پر جانا ہے تو آج رات کو آپ کو روانہ کردیں گے۔ لہٰذا رات کی گاڑی سے قادیان روانہ کر دیا۔

صوفی تصور حسین صاحب کی بیعت کے بعد بریلی میں اور بھی شور پڑ گیا۔ لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔ ایک دفعہ جبکہ وہ گلی سے گزر رہے تھے تو لوگوں نے ان کو پکڑ لیا اور قتل کرنے کی نیت سے انکے سینے پر چاقو رکھ دیا۔ صوفی صاحب نے اپنے دشمن سے کہا کہ **تم اپنا کام کرو میں حضرت مرزا صاحب کو کبھی جھوٹا نہیں کہوں گا۔**

راہگیروں نے جب یہ نظارہ دیکھا تو انہوں نے شور مچایا کہ ایک آدمی کو کیوں مارتے ہو۔ اس شور پر بدمعاش ان کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

میر مہدی حسین صاحب کے والد میر چمن پر لوگوں نے چھپ چھپ کر اینٹیں ماریں اور ان کا سر پھوڑ دیا ان کے سر میں اسقدر زخم آئے اور اس قدر نشانات زخموں کے موجود ہیں کہ دیکھنے والے کا ایمان بڑھتا ہے۔

بریلی میں میری مخالفت کی یہ حالت تھی کہ میں جدہر جاتا ادہر سے لوگ شور مچاتے وہ **شیطان جاتا ہے۔ وہ خبیث جاتا ہے۔** میں جب نکلتا تو بغل میں سلسلہ کے اشتہار دبا لیا کرتا اور ہاتھ میں پنسل لیکر اسے چاقو سے بناتا جاتا۔ اشتہار کسی کے ہاتھ میں نہ دیتا بلکہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پھینکتا جاتا۔ دشمن اٹھا لیتے اور پڑھتے مگر گالیاں بھی دیتے۔ لیکن میرے قریب نہیں آتے تھے

ایک دفعہ چار آدمی لٹھ بند میرے مارنے کے لئے ایک درخت کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔ میں نے ان کو ایک رسالہ دیا انہوں نے رسالہ لیکر پھاڑ دیا اور پیروں تلے روندا۔ ایک نے مجھے مارنے کے لئے لٹھ اٹھایا میں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو۔ دیکھو تو سہی میں نے تم کو کیا دیا۔ میں نے پرچہ دکھایا تو اس میں جلی حروف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام تھے اس پر ایک دوسرے شخص کو جوش آگیا اور اس نے روندنے والے کو وہی لٹھ مار دیا۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ اور وہ گر پڑا۔ شور پڑ گیا۔ خون ہو گیا۔ خون ہو گیا۔ پولیس آگئی مجروح کو اٹھا لیا۔ زخمی کے ساتھی سب بھاگ گئے پولیس سب انسپکٹر نے کہا کہ جتنے آدمی ہیں سب جھوٹے بیان دینگے۔ مگر میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ سچا بیان دے گا۔

ہم نے بریلی میں ایک اشتہار دیا تھا کہ چودھویں صدی کے علماء سب یہودی صفت ہو جائیں گے۔ اس پر مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اسے دیکھ کر اخبار "تیر اعظم" میں لکھا کہ ایک گندا اشتہار میری نظر سے گزرا ہے۔ ہم نے جواب میں لکھا کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھی تھی مگر احمد رضا خان اسے گندا اشتہار بتلاتا ہے۔ نیز انہوں نے ہمارے خلاف فتویٰ دے رکھا تھا کہ جس شخص نے احمدیوں سے ایک بار بھی بات کی اس نے اپنی ماں سے ستر ہزار بار زنا کیا۔ ہم نے لکھا کہ مولوی صاحب آپ نے ہمارے ساتھ کتنی باتیں کر لی ہیں۔ اور یہ بھی بتلا دیں کہ کسقدر قوت مردانگی آپ میں ہے پھر ہم نے بریلی والوں کو مخاطب کرکے لکھا کہ اے مسلمانانِ بریلی! یہ فتویٰ آپ لوگوں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں۔ اور آپ میں سے کون شخص ہے جس نے ہم سے بات نہیں کی۔ پھر مولوی صاحب کی یہ اسقدر مہربانی کیوں آپ کے حال پر ہے۔

الغرض اس طرح دندان شکن جوابات ہم دیا کرتے تھے۔ ہماری طرف سے حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری جواب لکھا کرتے تھے۔ اور بڑے دندان شکن جوابات لکھا کرتے تھے۔ یہ حضرت خلیفہ اول کے زمانہ کی بات ہے۔ حضرت خلیفہ اول نے ان اشتہارات کے لب و لہجہ کی سختی کو ناپسند فرمایا تھا۔ اور دراصل اس وقت ہم لوگوں نے حضور سے اسکے متعلق کوئی مشورہ بھی نہیں کیا تھا

لفظِ توفی پر دلچسپ مناظرہ

ایک دفعہ ایک ہمارے دوست اور عزیز نے لفظ توفی پر بڑا شور کیا اور کہا کہ اسکے معنے ہیں **اٹھا لینا اور بھر لینا** اور بڑی مخالفت کی۔ میں نے ایک دن خاموشی سے ایک اسٹام منگوایا۔ اور چھپا کر گھر میں رکھ لیا۔ جب وہ مجھے ملنے آئے تو میں نے کہا کہ ایک بیوہ عورت کی جائداد کا کرایہ نامہ لکھ دیجئے۔ آپ کو ثواب ہوگا اس نے اسکے خاوند کے نام کے ساتھ متوفی لکھ کر کرایہ نامہ لکھ دیا۔ میں نے وہ کاغذ لیکر قابو کر لیا اور اسے کہا کہ اب تو تم نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ خدا نے اسے اٹھا لیا یا بھر لیا۔ اس پر وہ بڑا گھبرایا۔ اور کاغذ مجھ سے لینا چاہا مگر میں نے کہا کہ اب تو آپ قابو آ گئے۔

صوفی تصور حسین صاحب ایک دفعہ قاضی شبر کی کوٹھی پر گئے اس روز وہاں مشاعرہ تھا۔ مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میرا لباس پنجابی وضع کا تھا اس لئے ہر ایک کی نگاہ میری طرف اٹھتی تھی بہت سے آدمی وہاں بیٹھے ہوئے تھے مجلس لگی ہوئی تھی۔ قاضی شبر نے صوفی تصور حسین صاحب سے میرے متعلق پوچھا کہ ان کا مکان کہاں ہے تو میں پنجاب کی ایک ریاست کپورتھلہ میں ملازم ہوں اس نے کہا کہ کیا آپ **مرزا غلام احمد کو جانتے ہیں** میں نے کہا کہ میں ان کا ادنیٰ غلام ہوں انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ میں بیس پچیس مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہاں قصبہ آنولہ کا ایک رئیس بھی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ۔ کوئی ذرہ خدا کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا اور کہا کہ یہ قرآن کی آیت ہے میں نے جواب میں اس رئیس سے کہا کہ یہ خدا تعالیٰ پر افترا ہے صوفی صاحب نے مجھے روکنا چاہا مگر میں نہ رکا۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کی حدیث ہے میں نے کہا پہلے خدا پر افترا تھا اب خدا کے رسول پر۔ وہ سب کے سب خاموش ہو گئے جب سب لوگ رخصت ہوئے تو مالک مکان دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا اور سب کو مصافحہ کرکے رخصت کرنے لگا۔ جب میری باری آئی تو اس نے آہستہ سے اشارہ کرکے مجھے روک لیا جب سب چلے گئے تو اس نے دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ اور مجھے کہا کہ آپ اوپر تشریف لے آئیں وہ آگے آگے تھا اور میں اسکے پیچھے پیچھے۔ میں نے چپکے سے چاقو کھول لیا کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے ملے اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مکان کہاں ہے میں نے کہا پرائے شہر میں۔ پھر پوچھا کہ آپ کے بیوی بچے ہیں میں نے کہا کہ ہاں ہیں۔ تو اس نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ یہ بریلی شہر ہے آپ یہاں تبلیغ نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کی کہ رسول خدا صلعم کے صحابہ نے اپنے خونوں سے اسلام کے باغ کی آبپاشی کی ہے تب ہندوستان تک اسلام پہنچا ہے۔ اور مجھے آپ روکتے ہیں۔ اس نے مجھے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ان ایام میں مجھ پر ایک مقدمہ بھی تھا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ کو روپیہ کی ضرورت ہے تو آپ مجھ سے لے لیں۔ قاضی صاحب ایک بڑے رئیس بھی تھے۔ میں نے کہا کہ مجھے آپکے روپے کی ضرورت نہیں۔ میرے اتنے بھائی ہیں کہ اگر وہ ایک ایک روپیہ چندہ بھی دیں تو تمہاری ریاست کی قیمت سے زیادہ رقم جمع ہو سکتی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ میرا ایک دوست وسیع حیدر نامی وکیل ہے میں اس سے کہوں گا وہ آپ کا مقدمہ اچھی طرح سے کرائے گا۔ میں نے کہا کہ میرا وکیل خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ عیسائی۔ نہ ہندو نہ آریہ۔ اور نہ کسی اور مذہب کا آدمی۔ آپ کا دوست شیعہ ہے وہ جب حضرت صاحب کا یہ شعر سُنے گا۔ ؎

کربلائیست سیر ہر آنم ؎ صد حسین است در گریبانم

تو وہ گھبرا کر میرا دشمن ہو جائے گا۔ تب وہ میری اس حالت کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور خاموش ہو گیا۔

(باقی آئندہ)

میں کیونکر احمدی ہوا

حضرت حافظ سخاوت حسین صاحب بریلوی کے حالات

(حافظ صاحب کی زبان قلم سے)

ابتدائی حالات۔ مولویوں کی مغالطہ دہی اور ابلہ فریبیاں۔ مولوی کا غصہ جھنجلاہٹ اور آستین چڑھ جانا۔ مخالفوں کے جور و ستم اپنوں اور غیروں کا بائیکاٹ۔ گھر پر اینٹوں کی بارش۔ خدا کی نصرت اور تائید۔ بریلی کی سنگلاخ زمین میں مسجد احمدیہ اور اسکی تاریخ

ابتدائی حالات ہم علوی خاندان سے ہیں اور شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے ہمارے آباؤ اجداد محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے۔ وہ بڑے عہدوں پر ممتاز تھے۔ خدا نے ان کی ذریت کو اسقدر عروج دیا کہ دلی کا شاہدرہ آجتک ان کو فراموش نہ کرسکا۔ حضرت شیخ مخدوم حیدر صاحب علیہ الرحمۃ ایک خدارسیدہ بزرگ گزرے ہیں۔ بعض کا خیال نہیں بلکہ اکثریت اس طرف ہے۔ کہ وہ ہمارے خاندان کے ہی ایک فرد تھے۔ اور ہم انہیں کی نسل سے ہیں خدا نے انہیں بزرگی اور تقوے۔ طہارت میں بلند مرتبہ پر سرفراز فرمایا تھا۔

انہوں نے اپنے مریدین کی جو نہایت پاک اور صفائی قلب رکھتے تھے۔ ایک برادری قائم کی اور انہیں معارف اور نکات الٰہیہ کے ساتھ معاش کا ذریعہ صابون سازی سکھا کر تلقین کی کہ تم سب بھائی بھائی ہو۔ شادی بیاہ اور لین دین آپس میں ہی کرنا۔ اسی مناسبت سے ہم لوگ "صابونگر" مشہور ہوگئے۔ حضرت شیخ صاحب علیہ الرحمۃ کے پیش نظر غالباً یہ بات ہوگی کہ یہ تقوی طہارت سے مزین گروہ نسلاً بعد نسلٍ اسیطرح تقوی پر قدم مارتا رہے گا۔ اور مریدین اور ان کی ذریت اسی طرح خدا کی محبوب اور مقرب بنی رہے گی مگر افسوس۔ رفتار زمانہ کے ساتھ انہوں نے بھی کروٹ بدل لی۔ چند پشتوں کے بعد خدا پرستی تو رفو چکر ہوگئی۔ مگر شادی بیاہ کی قید کے اب تک لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔

نادر شاہی ظلم سے تمام لوگ تتر بتر ہو گئے۔ جس کا جدھر منہ اٹھا چلا گیا۔ اور متعدد اضلاع میں جا بسے۔ میرے والد غلام حسین بن ولی محمد بن نور محمد بن عزیز اللہ نے بریلی میں سکونت اختیار کرلی

خدا نے مجھے چار بیٹے اور تین لڑکیاں دیں۔ اوائل میں جلد سازی کا کام کرتا تھا۔ پھر کاروباری زندگی بسر کرنے لگا۔ چونکہ میں نہایت محنتی اور جفاکش تھا اس لیے اوائل سے ہی اپنی اولاد کی بھی ایسی ہی عادت ڈالی۔ خدا کے فضل سے وہ سب خوشحال ہیں اور احمدی ہیں۔

بریلی میں احمد رضا خانیوں کی اکثریت کے باوجود میں دیوبندی خیالات کا آدمی تھا۔ ماہوار چندہ بھی دیا کرتا تھا۔ حضرت صوفی تصور حسین صاحب نے ایک دفعہ مجھے دو ٹریکٹ دیئے۔ ان میں سے ایک کو میں نے پڑھا۔ والد مرحوم نے ٹکٹ دیکھ کر فرمایا۔ یہ قادیانیوں کی کتابیں ہیں۔ تمہارے مطلب کی نہیں۔ میں نے حکم کی تعمیل میں پھر نہ پڑھا اور انہیں کہیں ڈالدیا

احمدیت اور میری مخالفت میرے نسبتی بھائی حاجی غلام جبار مرحوم نے حضرت خلیفہ اول کے دست مبارک پر بیعت کی۔ جب وہ احمدی ہوکر بریلی پہنچے۔ تو برادری میں ایک شور مچ گیا۔ بہت بری طرح مخالفت اور بائیکاٹ کا بازار گرم ہوا خدا غریق رحمت کرے حاجی صاحب کو انہوں نے نہایت استقلال اور دلیری سے اس کا مقابلہ کیا۔ چونکہ میرا رشتہ نازک تھا اور برادری کے حکم کا خیال۔ اس لئے میں نے وسط کا رویہ اختیار کیا۔ کبھی ملتا کبھی نہیں میری ہمشیرہ کی وفات پر جب حاجی صاحب نے جنازہ نہ پڑھا تو مجھے بیحد افسوس ہوا۔ اور بہت برا معلوم ہوا۔ اس دن سے میں نے بھی کھلے بندوں مخالفت شروع کردی۔

میرا تعصب میرے بڑے لڑکے بابو محمد عمر اوورسیر جو حاجی غلام جبار مرحوم کا خویش بھی ہے جب وہ ملازمت پر جانے لگا تو حاجی صاحب نے اُسے پڑھنے کے لئے دو کتابیں دیں۔ جب مجھے علم ہوا تو میں نے حکماً اسے پڑھنے سے باز رکھا۔ آخر وہ کتابیں گھر چھوڑ گیا۔

حبیب احمد قریشی کا قبول احمدیت میرا بڑے سے چھوٹا لڑکا حبیب احمد قریشی جو نہایت ذکی اور تیز ہے (جو اب خدا کے فضل سے احمدی اور سیکرٹری تبلیغ ہے) اپنے ماموں سے وقتاً فوقتاً الجھتا۔ تبادلہ خیالات کرتا۔ میں نے جب یہ رنگ دیکھا تو اسکے نام اخبار اہلحدیث جاری کرادیا۔ تاکہ اسے بحث و مباحثہ میں مدد ملے۔ اور یہ احمدیت کا شکار نہ ہوجائے۔ لیکن میرا خیال سراب ثابت ہوا۔ اور حق غالب آیا اور وہ احمدی ہوگیا۔ پہلے تو کچھ دن اس کا احمدی ہونا مجھ پر ظاہر نہ ہوا جب اسکے احمدی ہونے کا مجھے علم ہوا تو مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ میں اس پر بہت بگڑا۔ جب میرے بھائی حاجی غلام جبار صاحب کو میری ناراضگی اور سب و شتم کا علم ہوا تو وہ گھبرائے ہوئے آئے۔ فرمایا۔ "حافظ جی! آپ خواہ مخواہ بگڑتے اور ناراض ہوتے ہیں یہ دین کا معاملہ ہے آپ تحقیق تو کریں۔ اگر تحقیق سے غلط ثابت ہوجائے تو ہم سب تائب ہوجائیں گے۔

تحقیق کا شوق جب حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری بریلی آتے تو حاجی صاحب مجھے بلا لاتے۔ وہ مجھے تبلیغ کرتے۔ چند ایک صحبتوں میں مجھے تحقیق کا شوق پیدا ہوگیا مجھے جو بھی ملتا مولوی ملتا۔ حافظ صاحب کے پاس لے آتا۔ وہ حافظ صاحب کے سامنے دم نہ مارتے۔ مجھے ثابت ہونے لگا کہ مولوی یوں ہی بکواس کرتے ہیں اور حق اسی طرف ہے۔

مولویوں کے نرغے میں میں اشاعت العلوم جو دیوبندی مدرسہ کی شاخ ہے گیا اور وہاں کے بڑے بڑے علماء سے ملکر احمدی خیالات کے اظہار کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں جس مولوی نے قلم اٹھایا وہ جھوٹ ضرور بولتا ہے۔ مولوی صاحب میری طبیعت کی سادگی اور تیزی سے تو واقف تھے ہی۔ مجھے تسلی دی اور ایک حکیم کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہاری تسلی کردیں گے۔

لامہدی الا عیسےٰ میں حکیم کے پاس جاتا پہروں بیٹھتا۔ اور تبادلہ خیالات کرتا تھا۔ اکثر وہاں ایک سرحدی مولوی جو مدرسہ میں مدرس بھی تھے آبیٹھتے تھے۔ ایک دن حدیث لامہدی الا عیسےٰ کا ذکر چل پڑا۔ تو مولوی صاحب نے بڑے تخنخے سے فرمایا۔ اگر یہ حدیث صحاح ستہ میں ہو تو واللہ ہم سب جتنے مولوی یہاں بیٹھے ہیں احمدی ہوجائیں گے۔ میں نے کہا کہ حدیث تو ہے مگر مجھے اس وقت صفحہ اور سطر یاد نہیں۔

دوسرے وقت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں صحاح ستہ میں حدیث ہے اس پر میں نے

مطالبہ کیا کہ آپ نے "واللہ" کہہ کر قسم کھائی تھی اب آپ کا فرض ہے کہ احمدی ہوجائیں اس پر مولوی صاحب نے منہ بسکایا۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کا "واللہ" تو تکیہ کلام ہے قسم نہیں

مولوی صاحب کا غصہ اور آستینیں چڑھانا

ایک دن میں حکیم صاحب کے ہاں گیا تو مولوی صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے حکیم صاحب سے کچھ سوال کیا۔ اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے "یہ تو قادیانی ہوگیا" یہ سنکر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے اسکو بہت بُرا منایا مولوی صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے عرض کیا آپ مجھے خواہ مخواہ قادیانی بنا رہے ہیں میں ابھی تحقیق کر رہا ہوں۔ اس پر مولوی صاحب اور بھی چراغ پا ہوگئے۔ اور لگے کرخت آواز میں چلا چلا کر باتیں کرنے۔ میں نے بھی جواباً چلا چلا کر باتیں شروع کیں۔ اس پر مولوی صاحب نے (چونکہ سرحدی پٹھان تھے) آستینیں چڑھالیں۔ میں نے بھی آستینیں چڑھا کر مولوی صاحب سے کہا۔ میں جھوٹ بولنے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔ کوئی دنیوی معاملہ تو ہے ہی نہیں یہ ہے دین کا۔ میں نے نہایت تیزی اور اونچی آواز سے کہا میں اس معاملہ میں دبک کر بات کرنے نہیں آیا۔ تحقیق کرنے آیا ہوں کیا آپ چلا کر۔ غصہ دکھا کر۔ آستین چڑھا کر مجھ کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ تو اس میں بھی مولوی صاحب آپ مجھے اپنے سے کم نہ پائیں گے۔

مغالطہ دہی اور مجھے ایک ٹھوکر

حکیم صاحب نے میری اور مولوی صاحب کی گرما گرم باتیں سُنکر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ کہنے لگے یہ تو بتاؤ جو شخص نبیوں کی توہین کرے گالیاں دے وہ کیسا ہے ہمیں نے کہا وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر۔ اس پر حکیم صاحب نے مجھے انجام آتھم میں سے وہ تحریر سنائی جس میں یسوع کی نانیاں اور دادیاں کسبی لکھی ہوئی ہیں۔ میں یہ دیکھ کر سخت برجھایا۔ مولوی صاحب کی باتوں سے خون میں ایک جوش تو پیدا ہو ہی گیا تھا۔ یہ سُنکر اور دیکھکر میرا چہرہ غصہ سے تمتمانے لگا۔ اور میں احمدیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ابھی جو غصہ کی سپرٹ مولوی صاحب کے مقابلہ میں صرف ہو رہی تھی وہ بڑی طرح احمدیوں پر خرچ ہونے لگی۔ غرض تھوڑی دیر میں مجھے ایک ایسی ٹھوکر لگی کہ ہوا کا رخ ادھر سے ادھر ہوگیا۔

میری یہ حالت دیکھ کر تمام بہت خوش ہوئے طلباء اور مولوی صاحبان نے مصافحے اور معانقے کیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا۔ ہمارے حافظ صاحب کے خیالات خراب ہوگئے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب تائب ہوگئے۔ پھر مجھ سے عہد لیا کہ اب تم وہاں نہ جانا۔ جب میں چلنے لگا تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ اگر تم دو کتابیں (جن کے نام اس وقت مجھے یاد نہیں) اور لاؤ تو تمہیں اس سے زیادہ تماشہ دکھاؤں۔ میں نے وعدہ کیا کہ میں لاتا ہوں تاکہ تمام جھگڑا آج ہی ختم ہوجائے۔

کتابوں کی تلاش

میں حافظ مختار احمد کے پاس تو گیا نہیں۔ منشی سراج الدین صاحب کے پاس گیا میں نے کتابیں مانگیں۔ اور تمام قصہ بیان کرتے ہوئے احمدیوں پر برس پڑا۔ انہوں نے کہا۔ کتابیں تو وہیں ملیں گی۔ آؤ میں تمہیں کتابیں دلادوں۔ اور مجھے ساتھ لیکر حافظ صاحب کے پاس آئے۔ میں نے آتے ہی غصہ اور زور سے یسوع کی دادی نانیوں والا قصہ پیش کیا۔ اور کہا اس سے بڑھ کر انبیاء کی کیا توہین ہو گی؟ حافظ صاحب نے فرمایا۔ اگر انجام آتھم میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی توہین ہو تو میں اور جتنے یہاں احمدی ہیں سب تائب ہوجائیں گے۔ (میں اس بات سے بہت چکرایا اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا بات ہے کہ اس کھلی اور بین بات کو جس کو میں خود آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں) حافظ صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے آکر پڑھ دے تو ہم جانیں۔ تم ناواقف تھے تمہارے سامنے پڑھ دیا۔ ہمارے سامنے نہیں پڑھ سکتے۔

آٹھ آنے انعام

میں پھر وہاں گیا اور ان سے کہا کہ آپ چلکر وہاں پڑھ دیں۔ لیکن وہ تیار نہ ہوئے پھر میں نے طلباء سے خواہش کی۔ وہ بھی تیار نہ ہوئے پھر میں نے کہا کہ میں اس شخص کو آٹھ آنے انعام دوں گا جو انجام آتھم کا وہ صفحہ جسے مولوی صاحب نے پڑھ کر سنایا اور دکھایا تھا وہاں جاکر پڑھ دے لیکن کوئی بندہ خدا ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر ایک بوڑھے شخص جو عطر و تیل کی دوکان کرتے تھے ہنگامہ دیکھ کر تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں جب وہ چلنے لگے تو مولوی صاحب نے فرمایا اچھا تم جاتے تو ہو لیکن صرف وہی ساتواں صفحہ پڑھنا یا سُننا۔ اور کچھ نہ پڑھنا اور نہ سُننا۔ میں اس سے بہت چونکا۔ کہ خدایا اس میں کیا بات ہے خیر میں ان کو لیکر آیا انہوں نے آکر کہا۔ کہ میں صرف ساتواں صفحہ ہی سنوں گا اور کچھ نہیں حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں ساتواں ہی صفحہ پڑھونگا حافظ صاحب نے تقریر کے دوران میں ساتویں صفحہ سے پہلے کا حصہ بیان کیا پھر ساتواں صفحہ پڑھ کر سنایا اس پر وہ ہکا بکا رہ گیا اور میں حیران و ششدر ——

پھر حضرت حافظ صاحب نے صفحہ سات اور آٹھ کی سطروں پر سُرخ اور نیلی لائنیں کھینچ دیں۔ اور کہا اب اس کو ان سے پڑھوا دو۔ مجھے یقین ہے اب اسکو وہ نہ پڑھیں گے۔ میں کتاب لیکر گیا اور مولوی صاحب نے بڑی کوشش اور لجاجت سے کہا کہ ذرا پڑھ دیجئے مولوی صاحب نے لکیروں کو دیکھ کر کتاب کو جھٹک دیا اور کہا جاؤ میں نہیں پڑھتا۔

میں اپنے علماء کی یہ حالت۔ یہ مغالطہ دہی۔ یہ طرز عمل دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میرا دل درد۔ دکھ اور کرب سے بھر گیا۔ میں درگاہ ایزدی میں جھکا اور اسی سے ہی مدد چاہی کہ تو مجھ پر حق واضح کردے جب میری حالت اضطرار کو پہنچ گئی تو اسکی رحمت جوش میں آئی۔ اُس نے مجھے اپنی طرف کھینچا۔ غالباً ۱۹۱۶ء میں جری اللہ فی حلل الانبیاء کے سلسلہ میں داخل ہوا اور خلیفہ موعود حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہٖ کی بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ۔

میری احمدیت اور مخالفت

میرا مکان محلہ بہاری پور میں تھا۔ زمین ایک نواب کی تھی اور عملہ میرا۔ میرے احمدی ہونے پر اس نے مکان خالی کرنے کو کہا اس پر دو سال مقدمہ چلتا رہا۔ آخر حاکم وقت نے خرچہ عدالت دلایا اور عملہ اٹھانے کو کہا گو اس سلسلہ میں میرا ہزاروں روپیہ اٹھ گیا۔ اور تکالیف و مصائب مستزاد۔ لیکن میرا دل سرور اور کیف سے بھر گیا جب یہ خیال کیا کہ یہ سب کچھ خدا کے لئے اور اسی کے الٰہی سلسلہ کے لئے ہوا

بائیکاٹ اور اینٹوں کی بارش

میں نے محلہ قرولاں میں مکان لیا۔ اس کے آس پاس احمد رضا خانی لوگ تھے۔ انہوں نے بڑی مخالفت کی بھنگی بہشتی بند کردیا۔ اسقدر اینٹیں برسائیں کہ کھپریل کے ٹھکروں کا بھرکس نکل گیا۔ ایک اینٹ میرے چھوٹے سے بڑے لڑکے قمر اللہ سلمہٗ کے لگی۔ تمام گھٹنا لہولہان اور بسترا خوناخون ہوگیا اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس طرح سے ہمیں خدا نے احمدیت کے ہونہار پودے کو خون سے سینچنے کی سعادت نصیب کی۔ میں نے تشکر اور صبر کیا۔ تھانہ میں رپٹ لکھوائی۔ کوتوال صاحب نے اوباش لوگوں کو بلا کر بہت ڈانٹا ڈپٹا اور انہیں ڈرا دھمکا کر اس بیہودگی سے باز رکھا۔

میرے احمدی ہونے کے بعد میرے بڑے لڑکے بابو محمد عمر اور سیر نے توجہ کی۔ خدا نے اُسے بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی توفیق دی۔ یہ محض خدا کا فضل اور احسان ہے کہ میرے تمام بیٹے بیٹیاں داماد۔ پوتے پوتیاں۔ نواسے نواسیاں اور سارا کنبہ احمدی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک

بقایا داران بقائے ادا فرما کر مشکور فرمائیں

مسجد کیلئے تڑپ جب سے مَیں نے ہوش سنبھالا مَیں نے نماز مسجد میں ادا کی۔ بس نے مجھے مسجد سے ایک خاص اُنس تھا۔ جب میں ۱۹۱۶ء میں احمدی ہُوا تو ہماری غریب اور مختصر سی جماعت کے آدمی تھے جو اپنے گھروں میں نماز پڑھتے۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے منشی سراج الدین صاحب کے ہاں جاتے۔ میرے دل کو ایک خاص تکلیف محسوس ہوتی۔ میرا دل مسجد کے لیے بے چین تھا۔ اور اسی کی آرزو اور تڑپ تھی۔ اکثر اوقات غیر احمدیوں کی مساجد میں چھپ چھپکر نماز پڑھتا اور تضرع اور زاری سے دُعا کرتا کہ خدایا ہماری بھی مسجد ہوتی۔

مسجد کی تحریک اسی زمانہ میں بلحاظ مالی حیثیت کے جماعت خاصی تھی۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب مسجد کے لئے تحریک ہوئی۔ احباب نے تیرہ سو کے قریب چندہ لکھایا۔ تجویز ہوئی کہ منشی سراج الدین صاحب کے قرب میں مسجد بنائی جائے میں بہت مسرور تھا لیکن کچھ عرصہ بعد ثابت ہُوا کہ یہ سب کاغذی گھوڑے تھے۔ نہ چندہ وصول ہُوا اور نہ مسجد بنی۔

مسجد کا جنون احاطہ ڈپٹی خیر دین جو ایک ویران جگہ تھی۔ وہاں ایک بوسیدہ مسجد غیر آباد تھی۔ مَیں نے صرف اس خیال سے کہ مجھے مسجد میں نماز پڑھنے کی سہولیت ہوگی۔ مَیں نے وہاں ٹھیکہ پر زمین لیکر دوکان رکھ لی۔ اور مسجد میں نماز پڑھنے لگا۔ جب مولویوں کو خبر ہوئی تو وہ ایک بھاری جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ اور بہت بُرا بھلا کہا۔ جب وہ چلے گئے تو مَیں پھر وہاں نماز پڑھنے لگا۔ مولوی لوگ تیسرے چوتھے بعض اوقات چھٹے مہینے یورش کرکے آتے اور اوّل فول بکتے۔ آہ! مَیں کیا بتاؤں۔ ان کی ان حرکات سے میرا دل چھلنی ہو گیا۔ ہم کو صرف خدا کے آگے سجدہ کرنے اور اسکی حمد کرنے کے گناہ میں ہمیں اور ہمارے پیشوا کو بُرا بھلا کہا جاتا۔ اور میں اُف نہ کرتا۔ دوکان پر بیٹھا خاموشی سے سُنتا جب وہ چلے جاتے مَیں پنجوقتہ نماز مسجد میں ادا کرتا اور جمعہ کے لئے منشی سراج الدین صاحب کے یہاں جاتا

جوشِ رحمت خدا نے جب میرا کرب و بیقراری اور اضطراری حالت دیکھی تو اسکی رحمت کو جوش آیا اس نے مسجد احمدیہ کے سامان پیدا کر دیئے۔ ایک دن حاجی غلام جبار مرحوم میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے کارخانہ کے قریب ایک زمین ایک ہزار روپیہ پر دس سال کے لئے رہن ہے جس کے چھ سال ابھی باقی ہیں۔ اُنیس سو روپیہ میں فروخت ہوتی ہے۔ اس سے بہتر مسجد کے لئے کوئی زمین نہیں ملسکتی۔ لیکن اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ میں یہ سُنکر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ مَیں نے اسی وقت سو روپیہ لاکر دے دیا۔ یہ تو اس وقت بیعانہ دے دو کل آٹھ سو روپیہ لیجا کر رجسٹری کرا لینا۔ دوسرے دن خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ رجسٹری ہو گئی اب ہمیں ایک ہزار روپیہ چھ سال تک رہن والے کو دینا رہ گیا۔

میری ہمشیرہ کی وصیت میری ہمشیرہ ساڑھے بارہ سو روپے کی وصیت کر گئی تھی کہ اسکو کسی کارِ خیر میں لگا دینا۔ اس میں سے مبلغ نوصد روپیہ تو زمین کا دیا اور پچاس روپے متفرق خرچ ہوئے۔ ہمشیرہ کے تین سو روپے میرے پاس رہ گئے۔ اب سات سو روپیہ کی فکر دامنگیر ہوئی دعائیں کرتا کہ خدایا تو ہی ہے جو اس رقم کو ادا کرکے مسجد کی زمین دلا سکتا ہے۔ پھر مَیں نے احباب کو چندہ کی تحریک کی۔ جن احباب نے حصہ لیا وہ یہ ہیں حاجی غلام جبار مرحوم مار حاجی عبدالقدیر و عبدالقدوس صاحبان عـہ محمد یونس صاحب عـہ بابو محمد عمر صاحب مار اہلیہ ظفر احمد صاحب صہ حبیب احمد قریشی عـہ خاکسار مار محمد طاہر صاحب صہ متفرق صہ۔ کل رقم ہمارے پاس کچھ کم نوسو روپیہ ہو گئی۔ بقیہ کے لئے فکر تھی۔ حاجی صاحب مرحوم نے رہن والے کو مبلغ پانچ سو روپیہ نقد اور پانچ سو کا مال دیدیا اور اسطرح مسجد احمدیہ کی زمین ہمارے قبضہ میں آگئی۔

زمین پر قبضہ زمین تو قانونی رُو سے ہمارے قبضہ میں آگئی تھی۔ لیکن ابھی تصفیہ باقی تھا۔ اس کے لئے تجویز ہوئی کہ اس میں مال بھر دیا جائے اور اس کا کرایہ جمع کر کے مسجد بنائی جائے۔ لیکن میرے دل نے اسکو گوارہ نہ کیا۔ میری آنکھیں تو اس زمین پر جلد سے جلد مسجد دیکھنا چاہتی ہیں مَیں نے سب کی رائے سے اختلاف کیا اور ایک مزدور لگا کر اسکی شکست و ریخت شروع کر دی

اپنوں کا سلوک میں یہ کہنے سے بھی نہیں رہ سکتا کہ میری منچلی طبیعت پر کہیئے یا میری اس حرکت پر۔ میرے احباب۔ میری اولاد۔ اپنے اور غیر سب مجھے پاگل سمجھتے۔ اور کہتے کہ بڈھا سٹھیا گیا ہے بجائے اسکے کوئی میری دلجوئی نہ کرتا۔ میرا ہاتھ نہ بٹاتا۔ جسکو دیکھو وہ ناک بھوں چڑھائے ہوئے ہے۔ لیکن میرے سامنے ادب سے کوئی دم نہ مارتا۔ غرض سب نے مجھے میرے حال پر اور مَیں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑا اور یہ کہتا ہوا ؎

اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے ٭ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

لنگوٹ باندھ کر مزدوروں کے ساتھ لگ گیا۔

مسجد کا چبوترا ایک چبوترا بنا کر اس پر چھپر ڈال دیا۔ اور دو ایک پھولوں کے گملے لاکر رکھدیئے اور چٹائیاں بچھا کر نماز شروع کر دی۔ جب چھپر ڈال چکا تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اگر احباب دیکھیں تو ضرور خوش ہونگے۔ اتفاق سے ایک دوست جو نہایت نیک اور سعید تھے مل گئے میں نے مسجد کے چبوترا اور چھپر کا ذکر کیا کہ ذرا دیکھ تو لو۔ انہوں نے دونو ہاتھ جوڑ کر معذرت کی کہ مجھے معاف رکھیئے یہ تو آپ سلسلہ کی ہتک کر رہے ہیں۔

حافظ سید مختار احمد کی خدمت میں اسی اثنا میں عید آگئی دوستوں نے مشورہ کیا کہ نماز عید حاجی غلام جبار صاحب کے مکان پر ہو۔ میں نے کہا کہ مسجد میں نماز پڑھی جائے۔ لیکن نقارخانہ میں طوطی کی آواز کون سُنتا ہے۔ غرض کسی نے نہ مانا۔ اتفاق سے حافظ سید مختار احمد صاحب بھی یہیں تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ نماز عید مسجد میں پڑھی جائے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں یہ مسجد نہیں! ـــ اب تو میں بہت پریشان ہُوا اور جب مَیں نے دیکھا کہ میری تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ تمام خیالات سراب ثابت ہوئے۔ تو مجھے بیحد تکلیف ہوئی۔ اسی اُلجھن اور خلجان میں میں نے حافظ صاحب سے دریافت کیا:۔ حافظ صاحب مسجد کیسی ہوتی ہے؟ اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟ کیا یہ مسجد کا چبوترا اور گھاس پھوس کے چھپر سے مسجد نہیں ہو سکتی؟ کیا مسجد کے لئے چونے کے ستون اور محرابوں اور سیمنٹ کے فرش کی ضرورت ہے؟ (یہ مَیں نے نہایت پریشانی کیحالت اور نہایت بیقراری سے کہا) حافظ صاحب نے فرمایا نہیں ـــ بلکہ ضروری ہے کہ اس زمین کی خرید میں جس کا سب سے زیادہ روپیہ لگا ہو اگر وہ کہہ دے مسجد ہے تو یہ مسجد ہے ـــ مَیں نے عرض کیا۔ الحمد للہ اسکی خرید میں سب سے زیادہ روپیہ میرا ہے۔ اور مَیں کہتا ہوں۔ یہ مسجد ہے اس پر حافظ صاحب نے فرمایا تو پھر مسجد ہے اور عید کی نماز یہیں پڑھنا چاہیئے۔ غرض سب احباب نے اسی کچے چبوترے کے اوپر اور اُسی چھپر کے نیچے نماز عید ادا کی۔ میں اس قدر خوش ہُوا کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

خلیفہ صلاح الدین صاحب کو مبارکباد

میں نہایت خوشی سے اس خبر کو شائع کرتا ہوں کہ ۹ نومبر ۱۹۳۶ء کو اللہ تعالیٰ نے محمد از خلیفہ صلاح الدین صاحب خلف الرشید حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلا فرزند ارجمند پیدا ہُوا۔ ہم اس مولود کی پیدائش پہ اسکی دادی اماں اور خلیفہ صلاح الدین کو خصوصًا اور ان کے تمام خاندان کو عمومًا مبارکباد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نومولود کو لمبی عمر دے اور خادم دین بنائے۔ احباب بھی بچے کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے

کلکتہ سے قادیان تک پیادہ پا

شوق و محبت کی داستان۔ پُر خطر جنگلوں کا سفر۔ درندہ صفت انسانوں سے واسطہ

ایک احمدی سیاح کی ڈائری

۸ جون کو میں نے غیر معمولی طور پر سفر کیا۔ اور سارا دن چلنے کے بعد میں نے **ڈومری چٹی** پر آکر قیام کیا۔ آج میں کلکتہ سے ۲۰۴ میل دور ہو چکا تھا۔ ۹ جون کو بگوڈار میں آیا۔ جو ۲۱۶ میل پر تھا۔

۱۰ جون آج میں نے ۱۶ میل سفر کیا۔ اور بار اکا میں پہنچا۔ مگر یہاں آکر سخت مایوسی ہوئی۔ یہاں کوئی مسجد نہ تھی۔ اس لئے میرے ٹھہرنے کا انتظام نہ ہو سکا۔ یہاں دو ایک مسلمانوں سے پوچھا کہ میرے ٹھہرنے کا انتظام کر دیں۔ مگر انھوں نے کوئی انتظام نہ کیا۔ آخر میں سڑک کے کنارے بھوکا سو گیا۔ آج مجھے نہ دن کو اور نہ رات کو کھانا میسر آیا۔ ۱۶ میل کا سفر بھوکے پیٹ کیا۔ اور پھر رات کو کوئی امن کی جگہ میسر نہ آئی۔

ایک نیک مرد

۱۱ جون کی صبح کو پھر میں نے کمر ہمت باندھی اور سفر پر بھوکا ہی روانہ ہو گیا۔ راستہ میں باربہی ایک شہر پڑا۔ میں اس کے پولیس اسٹیشن کے پاس سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک سپاہی نے مجھے دیکھ کر کہا۔ کیا تم مسافر ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ تب اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم بھوکے ہو۔ میں نے اپنی بھوک کا اقرار کیا۔ وہ مجھے تھانہ میں لے گیا۔ اس نے مجھے وہاں کھانا کھلایا۔ اور پھر ایک لاری پر سوار کرا کر چوپرن پر پہنچا دیا۔ جو اس جگہ سے بارہ میل دور تھی۔ اس طرح میں کلکتہ سے ۲۵۸ میل دور آگیا۔ یہاں میں ایک مسجد میں اترا۔ اس مسجد میں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ رات میں نے آرام سے گذاری

۱۲ جون

آج میں نے ۳۴ میل سفر کیا اور بھادیا مقام پر آکے ٹھہرا اس سفر میں مجھے ۱۸۰ میل نہایت پر خطر جنگلوں میں سے گزرنا پڑا۔ یہ جنگلات درندوں سے بھرے ہوئے تھے۔ پہاڑی علاقہ تھا۔ کبھی چڑھائی آتی تھی اور کبھی اترائی۔ اس راستے میں پانی کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ خدا نے میری مدد کی۔ اور میری رہنمائی کی۔ اور میرے جوش کو کم نہ ہونے دیا۔

۱۳ جون

آج میرا حوصلہ بڑھ گیا کیونکہ میں کلکتہ سے آج ۳۰۱ میل دور ہو گیا۔ اور قادیان سے اتنا ہی قریب۔ میں نے اپچ نامی مقام پر قیام کیا۔ یہاں کی مسجد کا پیش امام بہت شریف آدمی تھا یہ شخص مسافر کی قدر کرتا تھا۔ مجھے گذشتہ تین سو میل کے سفر میں جتنے امام ملے وہ سب کے سب رذیل اخلاق کے لوگ تھے۔ مگر اس شخص کے اخلاق نے میرے دل پر اثر کیا۔

۱۴ جون

آج میں نے غیر معمولی طور پر سفر کیا۔ میں نے ۲۹ میل سفر کر کے موضع برشیں میں جو کلکتہ سے ۳۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے آکر قیام کیا۔ اب سفر کی متواتر تکان نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ اور اب بخار شروع ہو گیا تھا۔ یہاں اسی بخار میں پڑا رہا۔ صبح ۱۵ جون کو میں سفر کے قابل نہ تھا۔ تاہم میں نے پانچ میل سفر کیا۔ اور دریائے سون کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ جگہ دریا کے مشرقی کنارے پر تھی۔ میں نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ ظہر تک ٹھہرا رہا مگر کوئی میرا پرسان حال نہ ہوا۔ ظہر کے بعد ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ یہاں مسافر کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ تم دریا کے مغربی کنارے پر چلے جاؤ۔

دریا کی چوڑائی ڈھائی میل کے قریب ہے کشتی یا ریل کے ذریعہ پار جا سکتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معلومات میرے کام نہیں آسکتے تھے۔ کیونکہ میرے پاس پار جانے کے لئے ایک کوڑی تک نہ تھی۔ یہاں پر بھی ایک سپاہی نے میری مدد کی۔ اور مجھے کرایہ دے کر پار کرا دیا۔ اور میں مغربی گھاٹ پر پہنچ گیا۔ کشتی کا کرایہ ایک آنہ ہے۔ اور ریل کے ذریعہ سوا آنہ ہے۔ الغرض مغربی گھاٹ پر ڈیہری گھاٹ کی مسجد میں آکر ٹھہر گیا۔ **یہاں کا پیش امام انسانوں کو انسان بھی نہیں خیال کرتا۔** میں بیمار تھا۔ مگر اس نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔

۱۶ جون

آج میں سہسرام پہنچ گیا۔ آج میری مسافت ۳۵۰ میل تک پہنچ گئی۔ یہاں میں نے شیر شاہ سوری کا مقبرہ دیکھا۔ مگر بخار بدستور رہا۔

۱۷ جون

۳۷۷ میل پر طبوری میں ٹھیرا۔ آج بخار کم تھا۔

۱۸ جون

اب صرف ۱۷ میل طے کرنے سے میں یو پی کی سرحد پر پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے میں نے ہمت کی اور ۱۷ میل طے کئے۔ اور کرم ناسہ ندی پر پہنچ گیا۔ اب میں کلکتہ سے ۳۹۴ میل دور تھا۔

مغل سرائے

۱۹ جون کو میں مغل سرائے میں آکر ٹھہرا۔ میرا سفر اب ۴۱۴ میل طے ہو گیا تھا۔ یہاں کی ایک مسجد میں میں آکر ٹھہرا۔ اس مسجد کے امام نے بھی میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ اور اپنی درندگی کا ثبوت دیا۔ اس لئے میں وہاں سے چل کر بنارس آگیا۔

میرزا مراد

۲۰ جون کو میرزا مراد آیا۔ یہاں بھی ایک پولیس مین نے مہربانی کی۔ اور میرے ٹھہرنے کا بندوبست کر دیا۔ اور میں نے آرام سے رات گذاری۔ آج میں ۴۳۶ میل کے فاصلے پر تھا

۲۱ جون کو گوپی گنج پہنچا۔ یہ جگہ مہاراجہ بنارس کی ریاست میں ہے۔ اور کلکتہ سے ۴۵۹ میل دور ہے۔

الہ آباد

۲۲ جون آج میں یوپی کے دار الخلافہ الہ آباد میں پہنچ گیا۔ الہ آباد تک میرے تمام پارچات جن کو میں زائد کہہ سکتا ہوں فروخت ہو گئے تھے۔ میں راستہ میں سوال نہیں کرتا تھا۔ ان کپڑوں کی قیمت کھانے وغیرہ میں استعمال کرتا رہا۔ ہاں بن مانگے اگر کوئی کچھ دیتا تو لے لیتا تھا۔

الہ آباد میں ایک دھوتی اور ایک قمیص میرے پاس رہ گئی تھی باقی سب کچھ بیچ کر کھا لیا تھا۔

اناوا

۲۳ جون کو الہ اباد سے آناوا آیا۔ اناوا میں چار بجے پہنچ گیا۔ ایک مسجد میں میں ٹھہرا۔ یہاں میں نے عصر اور مغرب۔ عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس مسجد میں پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور اس سارے عرصے میں مسجد میں کوئی آدمی نہ آیا

۲۴ جون

آج میں ۵۵۱ میل دور تھا۔ میں نے گھاگا بستی میں قیام کیا۔ یہاں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ مگر مسجد میں مغرب کو دو نمازی آئے اور عشاء کے وقت ایک۔

۲۵ جون

کو فتح پور سٹی پہنچا اور آرام سے رہا

۲۶ جون

کو سرسولی میں پہنچا۔ یہاں بھی ایک پولیس مین نے میری مدد کی۔ مجھے اپنے پاس رکھا۔ اور نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اس نے کھانا وغیرہ بھی کھلایا۔ اور رہائش کا معقول انتظام کیا۔

کانپور

۲۷۔۲۸ جون کو کانپور رہا۔ یہاں ایک مسلمان نے میری دعوت کی۔ اور یہ بھی کہا کہ جب تک یہاں رہیں میرے پاس کھانا کھائیں۔ یہاں کے مشہور مقامات کی سیر بھی کی۔ اب میں کلکتہ سے ۶۰۰ میل دور تھا۔

کانپور سے ۲۹ جون کو چلا اور جھونڈہ آگیا۔ ایک مسجد میں قیام کیا۔ یہاں مغرب کی نماز میں ایک نمازی آیا۔ اور عشاء کی نماز میں کوئی نہ آیا۔

۳۰ جون کو

۱۴ میل سفر کیا۔ براستہ قنوج سارو میں قیام کیا۔ یہاں کی مسجد بہت بڑی ہے۔ مگر ایک نمازی مغرب کو اور ایک عشاء کو آیا۔

یکم جولائی ۳۶ء

آج مجھے کلکتہ سے چلے ہوئے پورا ایک مہینہ گزر گیا۔ میرا شوق محبت بدستور جوش پر ہے۔ میرے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہیں آئی۔ آج کے سفر کے بعد میں ۶۹۷ میل کے فاصلہ پر گور شہائی گنج میں آ ٹھہرا۔ یہاں سے لاہور کے نزدیک راستہ بھی ہے جو براستہ بریلی اور سہارنپور آتا ہے مگر میں

دیکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے لمبا راستہ اختیار کیا۔

راستہ چلتے ہوئے ایک بجے مجھے ایک مولوی مل گیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤ گے۔ میں نے کہا کہ میں سیاح ہوں۔ اور براستہ دہلی لاہور جاؤں گا۔ اس مولوی نے پنجاب کا نام سن کر بہت سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ پنجاب مت جاؤ۔ وہاں ایک جگہ قادیان ہے۔ جہاں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

یہ شخص سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں بہت جھوٹ بولتا رہا۔ چار بجے میں اور وہ ایک مسجد میں ٹھہرے۔ وہاں بھی وہ مجھے ساری رات قادیان نہ جانے کے متعلق وعظ کرتا رہا۔ مگر میں دعا کرتا رہا کہ اے خدا اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو مجھے قادیان پہنچا دے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو کسی اور راستے پر ڈال دے تا میں قادیان نہ پہنچ سکوں۔

۲ جولائی کو میں بھون گاؤں پہنچا۔ میں یہاں تین چار مساجد میں گیا۔ مگر مجھے مسجد میں ٹھہرنے نہ دیا گیا۔ آخر ایک چھوٹی مسجد میں میں نے نماز عصر ادا کی۔ نماز کے بعد میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ کنوئیں سے پانی لے رہا تھا۔ اور اپنے ساتھی سے انگریزی میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں نے جیسے انگریزی زبان سنی تو مجھے خیال ہوا کہ اب میرا کوئی انتظام ہو جائے گا۔ تب میں نے اسے انگریزی زبان میں پوچھا کہ کیا میں اس مسجد میں ٹھہر سکتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ چل کر میرے گھر ٹھہرئیے۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔

اس نے مجھے بڑے آرام سے رکھا۔ اور دوسرے دن دس بجے اس نے مجھے ایک دعوت بھی دی۔ یہ شخص ایک سکول کا ماسٹر تھا۔ کلکتہ سے قادیان تک جس قدر انگریزی دان مجھے ملے۔ ان سب نے میرے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا سلوک کیا۔ برخلاف جسقدر مولوی اور امام مسجد ملے انہوں نے عام طور پر بد اخلاقی اور رذالت کا سلوک کیا۔

۳ جولائی

آج بھون گاؤں سے براستہ آگرہ روانہ ہوا۔ یہ راستہ بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ گرانڈ ٹرنک روڈ کو میں نے چھوڑ دیا تھا۔ گرانڈ ٹرنک روڈ کے دونوں طرف آم اور جامن کے درخت ہیں۔ میں دن کو دھوپ کے وقت ان کے سایہ میں چلتا تھا۔ اس لئے مجھے چھاتہ کی ضرورت نہ تھی نیز اگر کھانا میسر نہیں آتا تھا۔ تو آم جامن راستہ میں پڑے ہوئے لے کر گذارہ کر لیتا تھا۔ مگر آگرہ والی سڑک پر کوئی درخت نہ تھا۔ اس لئے مجھے اس راستہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ ڈیڑھ بجے میں مین پوری پہنچا بستی سے باہر ایک ہندو پانی پلانے والا ملا کہنے لگا مسلمانوں کی بستی یہاں سے آٹھ دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ جولائی کا مہینہ تھا۔ اور یوپی کا علاقہ تھا۔ گرمی شدت کی تھی۔ سخت لوئیں چلتی تھیں۔ اس لئے اس وقت آٹھ دس میل جانا بہت مشکل تھا۔ میں نے اس سے پانی پیا اور بستی کے اندر چلا گیا۔ بستی میں جا کر معلوم ہوا کہ بستی میں کئی ایک گھر مسلمانوں کے ہیں۔ مگر مرد باہر کام پر گئے ہوئے ہیں۔ صرف عورتیں مکان پر ہیں۔ میں شام تک ان کی انتظار کرتا رہا۔ شام کو مرد واپس آئے تو ایک ترجمان کے ذریعے بات کی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی مسافر کو نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ نمبردار نے منع کر رکھا ہے۔ مسلمانوں نے تو ایک غریب مسافر کو رات گذارنے کے لئے جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر ایک ہندو نے کہا کہ تم میرے پاس رہو۔ میں تمہارا اچھا انتظام کر دوں گا۔ مگر میں نے وہاں ٹھہرنے سے انکار کر دیا۔ اور رات کے اندھیرے میں آگے چل پڑا۔ آٹھ دس میل کے فاصلہ پر گرہتور نامی گاؤں میں پہنچ گیا۔ اور ایک مسجد میں ٹھہرا۔ وہاں ایک شخص موجود تھا۔ جو غالباً مسجد کا امام تھا۔ میں ابھی جا کر بیٹھا تھا کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہوا اور میری طرف مخاطب ہو کر بولا۔

ملاں: کیا جوتی باہر اتار دی ہے؟

میں۔ ہاں اتار دی ہے۔

ملاں۔ تم اتنی دیر کے بعد آئے ہو تم کو کھانا کون دے گا۔

میں۔ تم سے کھانا کس نے مانگا ہے۔

ملاں۔ تم یہاں نہیں رہ سکتے۔ مسجد رات رہنے کے لئے نہیں ہے

میں۔ مسجد نماز پڑھنے کے لئے تو ہے۔ تم چپ رہو اور مجھ سے مت بولو۔ اور اپنا کام کرو۔ میں ساری رات نماز پڑھونگا اس نے مجھ سے سختی کی۔ مگر میں نے اسے سخت جواب دئیے۔ کیونکہ آج مجھے تھکان اور غصہ دونوں تھے۔ اور میں سخت تکلیف میں تھا۔ آخر ملاں خاموش ہو گیا۔

۴ جولائی گیارہ بجے شکوہ آباد میں پہنچا۔ میں ایک جگہ پاگل کی طرح بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بڈھا آدمی وہاں سے گزرا۔ اس نے بغیر کسی قسم کے سوال و جواب کے مجھے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔ کھانے کے بعد اس نے میرا حال دریافت کیا۔ میں نے اپنی سیاحت کا ذکر کیا۔ میری قمیص جسم پر پھٹ چکی تھی۔ اس نے مجھے اپنی ایک قمیص دی۔ اور اپنے پاس ٹھہرنے کے لئے زور دیا۔ مگر میں نہ مانا۔ اور آگے روانہ ہو گیا

کلکتہ سے شکوہ آباد تک مجھے بہت تکلیفیں پہنچیں۔ مگر میں ان کو برداشت کرتا رہا۔ مگر آج میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے خیال آیا کہ میں برما کی مشہور کمپنی میسرز سٹیل اینڈ کمپنی کا دلال تھا۔ ایک وقت تھا کہ میرے پاس درجنوں قمیصیں رہا کرتی تھیں۔ مگر چار پانچ ماہ کے عرصہ میں ایسا انقلاب آیا کہ میرے پاس ایک پیسہ نہ رہا۔ اور میں اکثر بھوکا رہنے لگا۔ اور اب نوبت یہانتک پہنچ گئی کہ دوسرے کا کپڑا پہننا پڑا۔ مجھے دیر تک یہ تکلیف رہی۔ مگر پھر صبر کرنا پڑا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

قادرا تو قدرت داری ہر چہ خواہد آن کنی
مردہ را تو جان بخشی زندہ را بے جان کنی
گہہ گدا را ملک بخشی گہہ شاہ چوں گدا
از برائے نیم نانے در بدر حیران کنی

مگر دل میں یہی خیال ہر وقت موجزن رہتا تھا کہ ایک مرتبہ قادیان ضرور پہنچنا ہے۔

الغرض

شام کو فیروز آباد میں پہنچا۔ آج میں کلکتہ سے ۷۷۰ میل دور تھا۔ مغرب اور عشاء کو مسجد میں نمازی بہت آئے۔ مگر مجھے کسی نے نہ پوچھا۔ اس مسجد میں مچھر بہت زیادہ تھے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید مچھروں کی وجہ سے لوگ بھول گئے ہیں۔ اس سفر میں مچھروں نے مجھے اس قدر کاٹا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے چیچک نکل آئی ہے۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔

۵ جون

آج میں محمود آباد میں پہنچا۔ یہاں بھی ایک مولوی ساری رات وعظ کرتا رہا۔ کہ پنجاب جاؤ مگر قادیان نہ جاؤ۔ مجھے اس کی نصیحت سخت ناگوار گزرتی تھی۔ جب اس کا یہ وعظ اسقدر لمبا ہو گیا کہ رات کا ایک بج گیا۔ تو میں وہاں سے اٹھ کر آگے چل پڑا۔ اور صبح کو آگرہ پہنچ گیا۔ کلکتہ سے قادیان تک میں نے تقریباً ۸۰ فیصدی سفر رات کو کیا۔ اس کے تین وجوہات تھے۔

اوّل یہ کہ موسم گرمی کا تھا۔ دھوپ پڑتی تھی۔ اور میرے پاس چھتری نہ تھی

دوم۔ راستے میں مچھر اس قدر تھا کہ رات کو سونا مشکل ہو جاتا تھا۔

سوم۔ دن کو سفر کرنے سے پیاس لگتی تھی۔ مگر رات کو پیاس سے آرام رہتا تھا۔

آگرہ

۶ جولائی آج صبح میں پہنچ گیا۔ اور سارا دن بیگم اعتماد الدولہ کا مقبرہ۔ تاج محل۔ جامع مسجد غرض جو بھی قابل دید جگہ تھی۔ میں نے دیکھی۔ آگرہ میں بھی تین چار مساجد میں ٹھہرنے کی کوشش کی۔ مگر کسی نے ٹھہرنے نہ دیا۔ آخر شام کو شہر کے باہر ایک مسجد میں ٹھہرا۔

آج میں کلکتہ سے آٹھ سو میل دور تھا

۷ جولائی کو میں اکبر کا مقبرہ دیکھنے کے لئے سکندرہ میں گیا۔ مقبرہ دیکھنے کے بعد میں قالہ مقام پر آ گیا۔ مگر یہاں بھی کسی نے مسجد میں ٹھہرنے نہ دیا۔

ایک نمازی

۸ جولائی کو براستہ متھرا چھٹہ پہنچا۔ مغرب کے وقت مسجد میں ایک نمازی آیا۔ میں نے اسے کہا تم اذان دو اس نے کہا کہ مجھے اذان نہیں آتی۔ تب میں نے اذان کہی پھر میں نے کہا کہ تکبیر کہو۔ اس نے کہا کہ مجھے تکبیر بھی نہیں آتی۔ تب میں نے تکبیر کہہ کر نماز پڑھائی۔

نماز کے بعد میں نے اس سے الحمد سنی۔ مگر اسے الحمد بھی نہ آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گاؤں میں مسلمانوں کی کافی آبادی ہے۔ مگر ایک یہی شخص ہے جو پانچوں وقت کا نمازی ہے۔ تب مجھے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر بڑا رنج ہوا۔

ایک شریف امام مسجد

۹ جولائی آج میں براستہ چھٹہ ہوڈل میں آیا۔ یہاں کی مسجد کا امام جھانسی کا رہنے والا ہے۔ اور بڑا شریف آدمی ہے۔ میرے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آیا۔ ہوڈل کلکتہ سے ۸۷۰ میل ہے۔

(باقی آئندہ)

اسلامی دُنیا

شام میں فرانسیسی دَورِ حکومت پر ایک نظر

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں میں نے ایک مقالہ ”شامیوں کی قربانیاں آخر رنگ لائیں“ کے عنوان سے سپرد قلم کیا تھا میں نے اس قسم کا سلسلہ مضمون محض اس لئے شروع کیا ہے تا لوگ بلاد اسلامی کے متعلق صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔ نیز یہ معلوم کر سکیں کہ آج اس زمانہ میں وہی حکومت کامیاب ہو سکتی ہے جو قلوب کو فتح کرے۔ ورنہ توپ و تفنگ اور گولہ و بارود۔ اور مشین گنیں۔ اور ہوائی جہاز۔ اور بری بحری اور جوی فوج قلوب کو فتح نہیں کر سکتی۔ آج کی اشاعت میں میں بتلانا چاہتا ہوں کہ وہ کیا اسباب ہیں جنکی وجہ سے شامی عرب فرانسیسی استعمار کو پسند نہ کرتے تھے اس کے دو بڑے اسباب ہیں۔

(اول) اقتصادی اسباب۔

(دوم) سیاسی اسباب۔

اگر حکومت فرانسیسی شام میں اقتصادی اسباب پیدا نہ کرتی تو سیاسی اسباب کو تقویت حاصل نہ ہوتی۔ اور عرب استعماری حکومت کو قبول کر لیتے۔

ان اقتصادی اسباب پر غور کرنے کے لئے ہم کو پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ حرب الکبریٰ سے قبل شام کی کیا حالت تھی۔ جنگ سے قبل مملکت شام تین صوبوں اور کمشنریوں پر مشتمل تھی جن کی تفصیل یوں ہے۔

صوبہ حلب۔
صوبہ دمشق۔
صوبہ بیروت۔
کمشنری لبنان اور کمشنری دیر الزور

جنگ کے بعد فلسطین الگ ہو گیا۔ اور شرق اردن میں ایک الگ ریاست قائم ہو گئی۔ یہ دونوں پہلے شام کے ملک میں ہی شامل تھے۔

فلسطین کے صرف دو ضلعے عکا اور نابلس ایسے ضلعے ہیں جو صوبہ بیروت کی چالیس فیصدی زمین اپنے پاس رکھتے ہیں۔ شرق اردن جو صوبہ دمشق سے جدا کیا گیا تھا۔ اس نے اس صوبہ کی ۳۰ فیصدی زمین اپنے اندر لے لی تھی۔

اس کے سوا ترکوں نے بھی صوبہ حلب کا کچھ حصہ جو ستر فی صدی ہے اس دلیل سے اپنے قبضہ میں لے لیا کہ وہاں ترکوں کی اکثریت ہے۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مرعش اور رفہ انہوں نے لے لیا۔ تو گویا تین صوبوں میں سے ۴۰-۳۰-۷۰ فی صدی کے حساب سے حسب الترتیب زمین نکل گئی۔ اس کے بعد ساری شامی زمین صرف دو صوبوں کے برابر باقی رہ جاتی ہے۔ سیاست ملکی کا تقاضا تھا کہ اس چھوٹی سی حکومت پر کوئی بڑا بوجھ نہ ڈالا جاتا۔ بلکہ ہلکی ہلکی حکومت قائم کی جاتی مگر اندھی سیاست نے کہا کہ تم کو کیا تم جس قدر بوجھ رکھ سکتے ہو رکھو۔ اس لئے فرانسیسی مدبرین نے اس حکومت میں پانچ الگ الگ جمہوری حکومتیں قائم کیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں:۔

جمہوریہ سوریہ	جسکا دار السلطنت -	دمشق	مقرر ہوا
جمہوریہ اللبنانیہ	،،	بیروت	،،
حکومت لاذقیہ	،،	لاذقیہ	،،
،، جبل دروز	،،	سویدا	،،
،، اسکندرونہ	،،	اسکندرونہ	،،

پہلی دو جمہوری حکومتیں قرار دی گئیں۔ اور باقی کی تین نظام استعماری کے ماتحت حکومتیں بنا دی گئیں

ترکوں کے زمانے میں اس مملکت شام کے صرف سات ضلعے تھے۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ دمشق۔ حوران۔ حماۃ۔ لاذقیہ۔ طرابلس۔ بیروت۔ حلب۔ اور دو کمشنریاں تھیں۔ یعنی کمشنری جبل لبنان و دیر الزور۔ مگر حکومت جدیدہ نے اس مختصر ملک میں پانچ حکومتیں اور ۱۸ ضلعے بنا دیئے جو حسب ذیل ہیں:۔

دمشق (۲) حمص۔ ۳ حماۃ۔ ۴ دیر الزور۔ ۵ الجزیرہ۔ ۶ حوران۔ ۷ حلب۔ ۸ بیروت ۹ طرابلس۔ ۱۰ صیدا۔ ۱۱ صور ۱۲ جبل لبنان ۱۳ البقاع۔ ۱۴ بعلبک ۱۵ المتن۔ ۱۶ شمالی لبنان۔ ۱۷ لاذقیہ۔ ۱۸ طرطوس۔

اس نظام کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ ملک کے خزانہ پر غیر معمولی بار پڑے۔ کیونکہ جس قدر ضلعے مقرر ہوں گے اسی قدر سٹاف بڑھے گا۔ اور اسی قدر اخراجات بڑھیں گے پس اخراجات کو غیر معمولی طور پر بڑھایا گیا۔

لیکن آمدنی قدرتی طور کم ہو گئی۔ کیونکہ تین صوبوں میں سے ایک صوبہ خود بخود نکل گیا۔ اور ملک صرف دو صوبوں کے برابر رہ گیا۔ چنانچہ ذیل کے اعداد شمار آپ کو بتلائیں گے کہ حکومت نے پبلک پر کس قدر شدید بار مالی طور پر ڈال دیا تھا۔

آپ پہلے جمہوری حکومتوں کو لیں۔ جمہوریہ سوریہ اور لبنان کا نظام حکومت یوں وضع کیا گیا۔

ایک پریذیڈنٹ

اس کے ساتھ مجلس وزراء۔ جس میں ایک وزیر اعظم اور چھ وزیر مقرر کئے گئے۔

پھر پارلیمنٹ۔ شامی پارلیمنٹ ۶۹ ممبر اور لبنانی میں ۴۵۔ پھر ہر حکومت کا جداگانہ ہائی کورٹ۔ اور جداگانہ مجلس شوریٰ۔ اور باقی کی تین حکومتوں میں یہ نظام رکھا گیا۔ کہ تین گورنر...... اور ہر گورنر کے ساتھ دو دو نائب اور مجلس واضع قانون جس میں پندرہ پندرہ ممبر۔

اسی پر بس نہیں بلکہ ہر برانچ اور صیغے میں۔ فرانسیسی مستشار مقرر کئے گئے۔ مثلاً ہائی کمشنر کے مستشار۔ کونسل آئین ساز کے مستشار وزیر تعلیم کے مستشار۔ وزیر مال کے مستشار وزیر اشغال عامہ کے مستشار۔ اس طرح ہر صیغے اور برانچ میں مستشار قائم کئے گئے۔ پھر ان مستشاروں کے اسسٹنٹ اور نائب مقرر کئے گئے۔ اور ہر مستشار کے لئے جداگانہ دفتر۔ فرنیچر۔ کلرک ٹائپسٹ۔ ترجمان وغیرہ مقرر کئے گئے۔

ملک بھر میں ان کی تعداد سو سے زائد ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب فرانسیسی مقرر کئے گئے۔ ان کی تنخواہیں کاغذی پونڈوں میں ادا نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ سونے کے پونڈوں میں۔

محکمہ تعلیم

حکومت دمشق کے محکمہ تعلیم میں پندرہ فرانسیسی ایسے ملازم رکھے گئے۔ جن کی تنخواہ میں محکمہ تعلیم کا تقریباً نصف بجٹ چلا جاتا تھا۔

ان کو تنخواہوں کے علاوہ مختلف قسم کے الاؤنس بھی دیئے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر میں دو تین نام دے دیتا ہوں۔

ڈاکٹر لوسر کل	۸۱۰۹۰۰	فرنک۔	
ڈاکٹر ٹرو	۸۱۰۹۰۰	،،	
موسیو اسٹف	۶۸۴۰۰	،،	الاؤنس ۱۰۰۰
موسیو ہیلان	۶۴۸۰۰	،،	الاؤنس عائلی ۱۲۵۱۶ فرنک۔ الاؤنس تکمیلی ۴۴۴ فرنک۔

ان مثالوں سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قدر ضخیم تنخواہیں ہیں۔ اور پھر تنخواہوں کے ساتھ مختلف قسم کے الاؤنس لگائے گئے ہیں۔ اس طرح تعلیمی بجٹ نصف کے قریب محکمہ تعلیم کے استادوں اور بالائی عملہ پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اور باقی نصف ملک کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے

ملکی لوگوں کے لئے یہ تمام اخراجات سوہان روح بن رہے تھے۔ کیونکہ ان کا بار ان پر نہایت بری طرح پڑ رہا تھا۔ مگر یہ حالت صرف ایک محکمہ کی نہ تھی۔ بلکہ ہر محکمہ میں یہی بدعنوانی جاری تھی۔ میں مثال کے طور پر چند اور محکموں کا بھی ذکر کرونگا

محکمہ مختلطہ

عدالت کے لئے ملکی جج اور مجسٹریٹ مقرر کئے

گئے۔ مگر ان کے ساتھ ایک اور محکمہ مختلط مقرر کیا گیا۔ جس میں فرانسیسی مجسٹریٹ مقرر کئے گئے اور انکی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ غیر ملکی اور ملکی لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔ حالانکہ عدالت کا یہ طریق بلاد مجاورہ یعنی فلسطین عراق یا شرق اردن میں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

اس کورٹ پر پانچ لاکھ پونڈ سوری سالانہ خرچ آتا تھا۔ اور اس کا بوجھ بلا وجہ شامیوں پر ڈالا گیا تاکہ فرانسیسی ملازمین قاضیوں کی شکم پری کی جا سکے ۱۹۳۲ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسی جن کا بار خزانہ شام پر پڑتا تھا ۱۳۱۴ تھے جو بعد کے سالوں میں اور بھی بڑھ گئے۔

محکمہ جاسوسی

حکومت فرانس نے شام میں ایک محکمہ جاسوسی قائم کیا۔ اور اس میں ۵۸ آدمی کام پر لگائے گئے۔ یہ محکمہ ملک کے لئے بڑا خطرناک ثابت ہوا۔ کیونکہ پارلیمنٹوں کے انتخاب میں اکثریت اصوات کے ساتھ اگر کوئی کامیاب بھی ہو جائے تو بھی وہ ممبر منتخب نہیں ہوسکتا تھا۔ جب تک یہ محکمہ اس کی تصدیق نہ کرے اسی طرح کسی ملازمت کے لئے بھی کسی وطنی آدمی کا تقرر نہیں ہوسکتا تھا۔ جب تک کہ یہ محکمہ تصدیق نہ کرے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ لوگ جو ملک کی آزادی کے جذبات اپنے سینے میں رکھتے تھے۔ وہ کبھی کوئی معمولی سے معمولی ملازمت بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیشہ وہی لوگ برسر اقتدار ہوتے تھے۔ جو فرانسیسی حکومت کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔

یہ محکمہ انتخابات میں جعل سازیاں تک کرتا رہا۔ تا وطنی لوگ کامیاب نہ ہوں۔ اور جب صدر جمہوریہ شام کا انتخاب ہوتا تھا۔ اس وقت بھی ایسی ہی جعل سازی عمل میں لائی گئی تھی۔ کیونکہ انہوں نے پارلیمنٹ کے ممبروں کو مجبور کیا تھا کہ وہ حکومت کی منشاء کے مطابق ووٹنگ کرائیں یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے ۱۹۳۲ء میں وطنی لوگوں کی خواہش اور کوشش کے خلاف رئیس جمہوری منتخب ہوگیا۔

اس محکمہ نے ملک کے اخلاق پر خطرناک اثر ڈالا۔ اور اہل ملک نے شدید پروٹسٹ کیا۔ کہ اس محکمہ کو بند کر دینا چاہیئے مگر کچھ نہ ہو سکا۔

نفقات جیش

فرانسیسی فوج کے لئے سالانہ ۹۵ ملین فرنک بمصالح مشترکہ کے نام سے وصول کئے جاتے اس کے علاوہ ملکی اور وطنی فوج کے اخراجات تھے۔ جن کو ملا کر کل اخراجات ۱۰۱ ملین فرنک سالانہ ہوتے تھے۔ اس طرح اگر میں ہر ایک محکمہ کے الگ الگ اخراجات لکھوں۔ تو نہ تو الحکم کے کالم اس کے متحمل ہوسکتے ہیں۔ اور نہ مکمل تفصیلات میرے پاس ہیں۔ ہاں شام کی ان پانچ ریاستوں کا مجموعی خرچ حسب رپورٹ ۱۹۳۳ء حسب ذیل ہے۔

۳۸۶۹۹۵۰۶ پونڈ ہوا۔ اور یہ خرچ فوج اور سول کی تنخواہوں اور اخراجات کے علاوہ ہے۔ اس کے مقابلے میں ترکی حکومت کے زمانہ میں اخراجات کی حالت کا اندازہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ صرف حکومت لبنان میں ۶۴۲ سرکاری عہدے دار تھے۔ اور ان کی تنخواہوں کا خرچ ۲۷۷۰۰ ترکی پونڈ تھا۔ یعنی ۱۵۲۳۵۰ پونڈ شامی کے برابر۔ اور لبنانی فوج کا خرچ ۵۹۰۰ پونڈ ترکی۔ یعنی ۳۲۴۵۰ پونڈ شامی تھا۔ یعنی کل اخراجات ۵۷۶۵۰ پونڈ ترکی تھے۔ یعنی ۲۲۴۹۵۲۵ پونڈ شامی۔ اس کے بالمقابل اب لبنان کا خرچ ۳۲۸۱۵۰۵۱ پونڈ سوری ہے۔ اس گراں قدر اضافہ کا اثر ملک پر پڑنا ضروری تھا۔ یہ کروڑوں روپیہ ملک سے شدید اور بھاری ٹیکسوں کے ذریعے جمع کیا جاتا تھا۔ میں ان ٹیکسوں کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ مگر صرف اس قدر بتلانا ضروری ہے کہ ان ٹیکسوں کا اثر اس چھوٹے سے ملک پر جسقدر پڑنا چاہیئے تھا وہ پڑا۔ ٹیکسوں کی حقیقت واضح کرنے کے لئے مثال کے طور پر ہم صرف محکمہ کسٹم کو لیتے ہیں۔

کسٹم ڈیوٹی جنگ سے قبل ۸ فیصدی تھی۔ مگر اس کے بعد فرانسیسی حکومت نے اسے ۱۱ فی صدی کیا تھی۔ اور پھر ۱۹۲۴ء میں ۱۵ فی صدی اور ۱۹۲۶ء میں ۲۵ فیصدی۔ اور جب یہ اضافہ کیا گیا تو موسیو جوفینل نے اعلان کیا کہ یہ اضافہ عارضی ہے جو ۱۹۲۵ء کی بغاوت کے نقصانات کو پورا کرنے کے لئے بڑھایا گیا ہے۔ مگر شامی تاجروں اور کاروباری لوگوں کی حیرت کی حد نہ رہی۔ جب کہ بغاوت سے پانچ سال بعد ۱۹۳۱ء میں موسیو پونسو نے اعلان کیا کہ کسٹم ڈیوٹی کو بڑھا کر ۴۰ سے ۵۰ فی صدی تک کر دیا گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ کسٹم کی آمدنی ساری کی ساری فرانسیسی حکومت کے ہاتھ میں چلی جاتی۔ اور شامیوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوسکتا کہ یہ کہاں خرچ ہو رہی ہے

کسٹم ڈیوٹی نے شام کی تجارت اور صناعت پر ایسا اثر ڈالا کہ بہت سے تاجروں کے دیوالے نکل گئے۔ اور کئی گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر گئے

ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ بیرونی مال پر ڈیوٹی لگانے سے اندرونی تجارت پر اچھا اثر پڑ سکتا تھا۔ مگر ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ تمام مشرقی ممالک کی علی العموم یہ حالت ہے کہ وہ اپنی اندرونی صناعت کے لئے خام مال باہر سے منگواتے ہیں۔ اس مال پر اس قدر ڈیوٹی تھی کہ جو مال ملک کے اندر تیار ہوتا تھا۔ وہ اس قدر گراں تیار ہوتا تھا کہ ملک کے لوگ اسے خرید نہ سکتے تھے۔

مٹھائی کے کارخانے

مثال کے طور پر ہم مٹھائی کے کارخانوں کو لیتے ہیں۔ شام میں ہزارہا من مٹھائی شامی مٹھائی کے نام سے بنتی ہے۔ مگر مٹھائی کا سب سے بڑا اور اہم جزو کھانڈ ہے کھانڈ پر شام کے کسٹم آفس میں ۱۱۰ فیصدی قیمت پر ٹیکس لگتا ہے۔ جبکہ اس کی اصل قیمت سے بھی زیادہ ٹیکس ہوگا تو مٹھائی کی تجارت کا تباہ ہونا یقینی امر ہے۔ برخلاف اس کے فلسطین اور شرق اردن کے کارخانوں میں جو کھانڈ آتی ہے ان پر کوئی ڈیوٹی نہیں۔ پس بیرونی ممالک کے تاجر شام کی گراں مٹھائی کی بجائے فلسطین کی سستی مٹھائی خرید نا پسند کرنے لگے اس طرح سے شامی تجارت کو خطرناک نقصان پہنچا۔ ذیل میں ایک چھوٹا سا نقشہ دے دیتا ہوں۔ تاکہ قارئین کو مقابلہ میں آسانی ہو سکے۔

نام چیز	شام ولبنان میں کسٹم	فلسطین اور شرق اردن میں کسٹم
ساٹن کی قسم کے کپڑے	۴۰ فی صدی اور وزن پر ۵۵ فیصدی	۱۲ فی صدی بیجک پر
چھینٹ کی قسم کا کپڑا	" "	" "
انگریزی کپڑا	" "	"
جاپانی	۴۰ فیصدی اور بیجک پر ۷۰ فیصدی	۱۷ فی صدی
قہوہ	۹۰ فی صدی	۱۲ فی صدی
چاء	۳۲ سے ۱۰۰ فی صدی	
مصالحہ جات	۱۶ سے ۱۰۰ فی صدی	۱۲ "
گھی	۲۵ فیصدی بیجک پر ۵۰ فیصدی	" " وغیرہ وغیرہ

اس فہرست سے بآسانی اندازہ لگ سکے گا۔ کہ شامی لوگوں کو ضروریات زندگی تک اسقدر گراں میسر آتی ہیں کہ دوسرے ملکوں پر جو ان کے اردگرد ہیں اس سے نصف قیمت پر مل جاتی ہیں۔ اس طرح سے شام کی اقتصادی زندگی گراں بہا ٹیکسوں کی وجہ سے بالکل تباہ ہو گئی تھی۔ اور یہ پہلا سبب تھا شامی لوگوں کے متنفر ہونے کا۔ اب آئندہ اشاعت میں ہم شام کی سیاسی زندگی پر ایک نظر ڈالیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

سلطنت برطانیہ کی عظیم الشّان تجارتی نمائش بمقام دہلی

(از اکتوبر ۱۹۳۷ء تا فروری ۱۹۳۸ء)

۱۹۳۷ء کے موسم سرما سے وہ عظیم الشان نمائش شروع ہوگی کہ جس سے زیادہ شاندار نمائش ہندوستان میں کبھی نہیں ہوئی۔ بطور مختصر اس نمائش کا مقصد یہ ہے۔ کہ برطانوی ہند۔ ریاست ہائے ہند۔ برطانیہ عظمیٰ۔ اور برطانوی سلطنت کے دیگر حصص کے درمیان تجارتی تعلقات استوار کئے جائیں۔ اور مبادلہ اشیاء کے متعلق نئے اور مفید پہلو نکالے جائیں۔ اس کی وسعت ہمہ گیر ہوگی۔ جس جس قسم کا مال ہندوستان استعمال کرسکتا ہے نمائش میں رکھا جاسکتا ہے۔ اور یہ چیزیں ان گنت ہیں۔ نمائش تین بڑے حصوں میں منقسم ہوگی۔ پہلے حصہ میں ہندوستانی صنعت اور زراعت کی نمائش ہوگی۔ دوسرے حصہ میں ریاست ہائے ہند کی اشیاء دکھائی جائیں گی۔ اور تیسرے حصہ میں برطانیہ عظمیٰ اور دیگر حصص سلطنت کی اشیاء کی نمائش ہوگی۔ اس لئے یہ نمائش ہندوستان کے ہر شعبۂ زندگی کے لئے حاوی ہوگی۔ اس میں شخصی ضرورت کی اشیاء بھی پائی جائیں گی۔ اور قومی ضرورت کی اشیاء بھی۔ اور مختلف النوع اور افزوں مصنوعات۔ نمائش کا اہتمام تجربہ کار ہاتھوں میں ہوگا۔ ناظم اعلیٰ کئی سال تک انگلستان میں اسی قسم کے کام میں لگا رہا ہے۔ اسے نہ صرف موجودہ زمانہ کی نمائشوں کے انتظام کا تجربہ حاصل ہے۔ بلکہ وہ تمام اہم اور بین الاقوامی تجارتی نمائشوں کا جو کہ پیرس۔ برسلز۔ بارسلونا۔ سیوائل۔ پراگ اور برلن میں گذشتہ دس سال سے ہوتی رہیں۔ ذاتی علم ہے

بعض اہم اور اخص قابل دید شعبے:۔ احاطہ انجینئرنگ۔ احاطہ پارچہ بافی۔ آلات نشر الصوت۔ موجودہ سائنس کا نگارخانہ۔ احاطہ زراعت۔ شامیانہ صحت و خوراک۔ نمونہ سازی۔ پرزہ جات موٹر۔ عام استعمال کی چیزیں۔ تعلیمی اور صنعتی سینما کے کھیل۔ کھلی ہوا میں تھیٹر۔ کھیل کا دنگل۔ محفلہائے موسیقی۔ آتش بازی۔ کانفرنس ہال۔ نئے زمانہ کے جدید کھیل تماشے۔ بینڈ باجا کے مقابلے۔ زمانہ جدید کی نئی ایجاد شدہ خاص روشنیاں۔

تشہیر اشتہارات کا نہایت عظیم الشان پروگرام بزیر ہدایت ایف۔ بی۔ لین۔ اے۔ آئی۔ پی۔ اے۔ انگلینڈ سابق لیکچرار کمرشل کالج برمنگھم انگلینڈ و مصنف تصنیفات فن اشتہار بازی۔

زیر اہتمام آئیڈیل ایگزیبیشن لمیٹڈ برنرز ہوس ۴۴۔۴۸ برنرز سٹریٹ آکسفورڈ سٹریٹ لنڈن۔ ڈبلیو ۱۔ انگلینڈ ٹیلیفون۔ لنڈن میوزیم ۱۸۱۴

تار کا پتہ Amilchamba Rath London

گورننگ ڈائرکٹر:۔ احمد حسین خاں

ڈائرکٹر اشتہارات:۔ ایف۔ بی۔ لین

جنرل منیجر:۔ پی۔ جی۔ ایڈمنڈ

سیکرٹری: T.E. Whitby, A.C.A. (Eng.)

ٹائپ سیکرٹری۔ جے ہملٹن

ناظم دوکانات:۔ ایف۔ بی۔ لین لمیٹڈ برائے برطانیہ عظمیٰ۔
Kings Court, 115-117, Colmore
Row Birmingham.

D. J. Keymer & Co., پبلسٹی ایجنٹ
Ltd., 209 Australia House
Strand, London
W.C.2.

بعض ان تجار کے اسماء جو کہ اس عظیم الشان نمائش میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ نمائش میں شامل ہونے کے لئے دکانیں حاصل کریں گے:۔

North-East Development Board	Newcastle-on-Tyne England.
Babcock & Wilcox, Limited	London England.
Heller & Sons	London England.
Stevens, Williams, LTD.	Brierley Hills, Staffs., England.
J. H. Fenner & Co., LTD.	Hull, Yorks., England.
Curzons, Ltd.	Liverpool, England.
Abietsan Manufacturing Co., Ltd.	London England.
MACNIVEN & CAMERON, Ltd.	Edinburg, Scotland.
J. A. EMOTT	London England.
Millard Bros., Ltd.	London England.
Steel Scaffolding Co., Ltd.	London England.
Pye Radio, Ltd.	London England.
Jarrett & Rainsford, Ltd.	Birmingham England.
The Mond Nickel Co., Ltd.	London England.

فوری اطلاع:۔ قبل ازیں کہ ۱۳ / نومبر بروز جمعہ مسٹر اے۔ ایچ خاں ناظم اعلیٰ بذریعہ ہوائی جہاز لنڈن سے تشریف لاویں۔ اس نمائش کے متعلق تمام خط و کتابت مندرجہ ذیل پتہ پر ہونی چاہئے۔

بیکم لاج طبیہ کالج روڈ۔ نئی دہلی

روزنامہ "سیاست" لاہور کی اعانت کیلئے اپیل

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب ؎ تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

سیاست اور اس کے مدیر فدائے ملت حضرت مولٰنا سید حبیب صاحب کی زندگی مادر وطن اور ملت مرحومہ کی حیات عامہ کا دوسرا نام ہے۔ آپ نے ۱۹۱۷ء میں اخبار جاری کیا۔ اور گذشتہ بیس سال کے اس عرصہ میں آپ نے اور آپ کے اخبار نے جس اخلاص محبت تندہی۔ دلیری۔ بیباکی اور جرأت ایمانی سے ملک و ملت کی خدمت کی ہے۔ وہ اگر عدیم النظیر نہیں تو نادر المثال ضرور ہے۔

اس بیست سالہ زندگی میں "سیاست" اور اس کے مالک پر مصیبتوں کے پہاڑ بارہا ٹوٹے۔ قید بندی۔ نظر بندی۔ زبان بندی۔ آزادی تحریر پر پابندیاں۔ ضمانتوں کی طلبی وضبطی۔ مقدمات کی بھرمار۔ ہرجانوں کا طوفان۔ اور جرمانوں کی بے پناہ بارش کی تفصیل کو اگر باختصار بھی اگر بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔

آج پھر سیاست مبتلائے آلام ہے۔ ایک طرف عدالت عالیہ نے اس کے ایڈیٹر سید عنایت شاہ صاحب کو قید کر دیا ہے۔ اور گیارہ سو پچاس روپے جرمانہ کی سزا دی ہے۔ اور دوسری طرف حکومت نے مزار حضرت کاکو شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مسجد شہید گنج کے متعلق سیاست کی حق گوئی کے باعث اس سے چھ ہزار روپے (تین ہزار اخبار سے اور تین ہزار پریس سے) کی ضمانت طلب کر لی ہے

مالکان سیاست نے عرصہ تک ہر سزا کو خود بھگتا۔ اور ہر تاوان کو خود ادا کیا۔ لیکن آج ہم علی وجہ بصیرت و شہادت کہہ سکتے ہیں کہ ان کی مالی حالت اب اس قابل نہیں رہی کہ وہ اس بار گراں کے متحمل ہو سکیں۔ لہٰذا ہم ہر صاحب درد دل سے بصد ادب و اصرار عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ اس آڑے وقت میں تا بحد امکان خود سیاست کی مالی امداد کریں۔ اگر ۸ کروڑ مسلمانان ہند میں سے صرف آٹھ ہزار مسلمان توجہ کریں۔ اور ایک روپیہ فی کس بھی بھیج دیں۔ تو سیاست جو آج حکومت کے تیر ستم کا نشانہ بن چکا ہے۔ از سر نو زندہ ہو کر مسلمانوں کی حمیت و ہمدردی کا زندہ ثبوت بن سکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

ترسیل زر کا پتہ:- منیجر روزنامہ "سیاست" لاہور۔ ۲۔ میاں محمد یوسف خازن مجلس اعانت روزنامہ سیاست لاہور۔ ۳۔ مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور۔

الداعیان الی الخیر۔ ۱۔ حاجی معراج دین صاحب سوداگر سنگ اکبری دروازہ صدر۔ ۲۔ مولوی محمد دین صاحب سوداگر کلاہ و لنگی اندرون دہلی دروازہ سیکرٹری۔ ۳۔ شیخ میاں محمد یوسف صاحب سوداگر پشم متصل شاہ محمد غوث (خازن)

اراکین:- امام العصر حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب صدر مجلس تحفظ شہید گنج لاہور۔ مولٰنا ابو سعید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہور۔ مولٰنا ابو البرکات سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف لاہور۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب غزنوی محلہ غزنویاں دروازہ مہاں سنگھ امرتسر۔ مولٰنا مولوی مولوی غلام مرشد صاحب اندرون بھاٹی دروازہ وغیرہ وغیرہ ۲۲ اشخاص

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

سلسلہ کا مشہور و معروف اور قدیمی چھاپہ خانہ

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

جس کے مالکان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداہ ابی وامی) کے دست مبارک سے کاپیاں اور پروف لیکر چھاپنے نیز سلسلہ کے اکثر کتب کے چھاپنے کا فخر حاصل ہے اور جنہیں سلسلہ کے جملہ رسائل واخبارات مثلاً

الحکم۔ بدر۔ الفضل۔ تشحیذ الاذہان۔ ریویو آف ریلیجنز (اردو) نور۔ فاروق۔ مصباح۔ تعلیم الدین وغیرہ۔ اور قرآن شریف بطرز یسرنا القرآن معرّا و مترجم۔ قاعدہ یسرنا القرآن پارہ جات چھاپنے کا فخر حاصل ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آجکل جبکہ غیر احمدی پریس احمدی لٹریچر چھاپنے سے تامل اور انکار کرتے ہیں احباب اپنے اس دیرینہ خادم اور سلسلہ کے قدیمی مطبع

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

کو یاد رکھیں جس میں کتابت۔ طباعت۔ بک بائنڈنگ وعدہ پر عمدہ اور بارعایت کیجاتی ہے نیز مارکیٹ کے نرخوں پر ہر قسم کا کاغذ بھی مہیا کیا جاتا ہے۔

المشتہر **مینیجر اللہ بخش سٹیم پریس قادیان**

(مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان)

نوٹ:- کسی دوسری جگہ سے کام کروانے سے پیشتر ہمارے اور دوسروں کے ریٹوں کا مقابلہ فرمالیں۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر الحکم قادیان سے شائع ہوا